100
جشن صد سالہ

سن عیسوی کے اعتبار سے
اکتوبر ۲۰۲۱ میں جشن رضا
منانے کا اہتمام کریں!!

مسلک اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان

الرضا انٹرنیشنل پٹنہ

AL-RAZA (International) Patna

ستمبر، اکتوبر ۲۰۲۱ء
Sept. Oct. 2021

ملکی حالات اور قیادت کا فقدان

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا سیاہ ترین دور
بیس کروڑ سے زائد مسلمان قیادت سے محروم
اور قوم بے اعتمادی کا شکار

- سواد اعظم اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند
- سراواں کے گمراہ کن فتویٰ کا آپریشن
- سحبان الہند علامہ ابوالوفا فصیحی اور مسلک اعلیٰ حضرت
- سیکولر پارٹیاں اور مسلمانوں کا استحصال
- مسلمانوں کا بدلتا سیاسی منظر نامہ: اسباب و تدارک

وادئ نور کا سفر

ایک تاثراتی سفر نامۂ حج
جو بھیگی پلکوں سے پڑھنے
کا تقاضہ کرتا ہے

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

مسلک اعلیٰ حضرت
و جمہور علما اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان

الرضا انٹرنیشنل پٹنہ

جلد نمبر ۵
شمارہ نمبر ۲۲

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna

مارچ ۲۰۲۰ء تا اکتوبر ۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار

امام اہلسنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز

بظلِ روحانی

حجۃ الاسلام حضرت علامہ الشاہ
محمد حامد رضا خاں قدس سرہ العزیز

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ
محمد مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہ العزیز

بفیضِ روحانی

جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ
الشاہ مفتی اختر رضا خاں قادری رضوی الازہری قدس سرہ العزیز
بریلی شریف (اتر پردیش)

زیر عاطفت

محدث کبیر حضرت علامہ الحاج الشاہ
ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ العالی جامعہ امجدیہ، گھوسی (اتر پردیش)

سرپرست مجلس مشاورت

شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی

مجلس مشاورت

● علامہ نظام الدین مصباحی، یوکے ● مفتی سلیم الدین رضوی، بریلی شریف ● مولانا وارث جمال قادری، ممبئی ● مولانا عبدالحئی نسیم القادری ڈربن، ساؤتھ افریقہ ● مولانا آفتاب قاسم رضوی، ڈربن ساؤتھ افریقہ ● مفتی زاہد حسین رضوی مصباحی، برطانیہ ● مولانا احسان اقبال قادری رضوی، کولمبو، سری لنکا ● مولانا قاسم عمر رضوی مصباحی، بنونی، ساؤتھ افریقہ ● مولانا موسیٰ رضا قادری، پریٹوریا، ساؤتھ افریقہ ● مولانا جنید ازہری مصباحی، ویسٹ انڈیز ● مولانا غلام حسین رضوی مصباحی، پریٹوریا، ساؤتھ افریقہ ● مولانا شمیم احمد رضوی، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ ● مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی، مسقط عمان ● مولانا قمر الزماں مصباحی، مظفرپور ● مولانا مجاہد حسین رضوی، الہ آباد ● مولانا قاضی خطیب عالم نوری مصباحی، لکھنؤ ● مولانا بہاء الدین رضوی مصباحی، گلبرگہ شریف ● مولانا انوار احمد نعیمی، اجمیر شریف ● قاری عتیق الرحمن رضوی، ہرارے، زمبابوے ● مفتی نعیم الحق ازہری مصباحی، ممبئی ● مولانا اشرف رضا قادری سبطینی، کانکیر ● مفتی شمس الحق مصباحی، نیوکاسل، ساؤتھ افریقہ

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد، پٹنہ

مدیر

احمد رضا صابری، پٹنہ

مجلس ادارت

● مفتی شمشاد احمد بدایونی ● ڈاکٹر شفیق اجمل قادری، بنارس ● مفتی ذوالفقار خان نعیمی ● مولانا بلال انور رضوی مصباحی، جہان آباد ● میثم عباس قادری رضوی، لاہور ● غلام مصطفیٰ نعیمی دہلی

معاونین مجلس ادارت

● مولانا جمال انور رضوی کلیر، جہان آباد
● مولانا محمد قمر الزماں مصباحی ● مولانا صابر رضا رہبر مصباحی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دوماہی 'الرّضا' انٹرنیشنل، پٹنہ
ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد
سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 9973362000 / 8521889323
ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. AL-Qalam Foundation, Behind Shadi Mahal
Khajoorbanna, Sultaganj, Patna - 6 E-mail: alraza1437@gmail.com
Contact / Telegram / Whtsapp : 9835423434, A/c. No.
Md. Amjad Raza Khan, CBI A/c. 3503380262, IFSC Code cbin0283732
Jagan Nath Singh Lane, Chawdhritola, Patna

رابطہ: (مدیر اعلیٰ) amjadrazaamjad@gmail.com/9835423434
پتہ: القلم فاؤنڈیشن نزد شادی محل، سلطان گنج پٹنہ ۶ (بہار)

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، سالانہ ۱۸۰ روپے بیرون ممالک سالانہ ۲۵ امریکی ڈالر

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے
برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ بروقت موصول ہو سکے۔

قانونی انتباہ! مضمون نگار کی آرا سے ادارہ ''الرضا'' کا اتفاق ضروری نہیں! کسی بھی مسئلہ میں ادارہ الرضا کا موقف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کا ہے اس کے خلاف اگر کوئی مضمون دھوکہ میں شائع ہو بھی جائے اسے کالعدم سمجھا جائے، کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف پٹنہ کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دوماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

کلام الامام

■ مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہ ابرار ہے — حسان الہند امام احمد رضا قادری — 3

اداریہ

■ ملکی حالات اور قیادت کا فقدان — ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد — 4

تاثرات

■ مولانا مجاہد حسین رضوی ■ مولانا سید احمد رضا نازش ■ مولانا سلیم اختر بلالی
■ مولانا قمر الزماں مصباحی ■ مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی ■ حافظ معراج احمد فریدی — 8
■ مولانا احسان رضا ہاشمی ■ مولانا ضیاء القادری مصباحی ■ مولانا محمد فیضان رضا علیمی

افکار اسلامی

■ صل علی غفورنا کہنے کا شرعی حکم — صاحبزادہ شاہ محمد محب اللہ نوری — 12
فکر آخرت — مولانا قمر ازماں مصباحی — 14

تحقیق و تنقید

■ سواد اعظم اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند — پروفیسر فاروق احمد صدیقی — 16
■ سراواں کے فتویٰ کا آپریشن — مفتی ناظر اشرف قادری — 21

گوشہ رضویات

سحبان الہند اور مسلک اعلیٰ حضرت — مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی — 26
■ امام احمد رضا اور اصلاح امت — مفتی مبشر رضا رضوی — 28
■ کلام رضا: کچھ لسانی گوشے — ڈاکٹر احمد بدر — 32

آئـــــینہ ایام

■ سیکولر پارٹیاں اور مسلمانوں کا استحصال — مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی — 37
■ مسلمانوں کا بدلتا سیاسی منظر نامہ: اسباب اور تدارک — احمد رضا صابری — 40

تعارف و تجزیہ

■ مکتوبات امین شریعت: تعارف و تجزیہ — مولانا وزیر احمد مصباحی — 45
■ فتاویٰ رضویہ، جہان علوم و معارف: ایک جائزہ — مفتی توفیق احسن برکاتی — 48

لبیک اللھم لبیک

وادی نور کا سفر (ایک تاثراتی سفر نامہ حج) — ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد — 51

جماعتی سرگرمیاں

■ جانشین تاج الشریعہ کا تاریخی دورۂ بنارس — ڈاکٹر شفیق اجمل قادری — 59

منظومات

منظومات

نعت پاک

حسان الہند امام احمد رضا قادری بریلوی

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہِ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذاتِ خدا غفّار ہے

عرش سا فرشِ زمیں ہے فرشِ پا عرشِ بریں
کیا نرالی طرز کی نامِ خدا رفتار ہے

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں
بَارَکَ اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے
صَدقہ اُن ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

لب زلالِ چشمہ کُن میں گندھے وقتِ خمیر
مُردے زندہ کرنا اے جاں تم کو کیا دشوار ہے

گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

جوشِ طوفاں بحرِ بے پایاں ہوا ناسازگار
نوح کے مولیٰ کرم کر لے تو بیڑا پار ہے

رحمۃٌ لِلعالمین تیری دہائی دب گیا
اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

ملکی حالات اور قیادت کا فقدان

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا سیاہ ترین دور، بیس کروڑ سے زائد مسلمان قیادت سے محروم، اور قوم بے اعتمادی کا شکار

ملکی سیاست کا یہ بدترین دور ہے جس میں نہ ملک کا وقار سلامت ہے نہ ملکی اثاثہ، نہ ملک کا دستور محفوظ ہے اور نہ ملک کا شہری، نہ اقلیتوں کی جان وآبرو کوامان ہے اور نہ ان کے مذہبی شعائر کی حفاظت۔ ایک درد نہاں ہے جس سے ہر انسان بے چین ہے اور ایک آہ سوزاں ہے جس سے ہر سینہ دھنک رہا ہے۔ مگر درد سہنے کی بھی حد ہوتی ہے، آخر کب تو کوئی مر مر کر جئے اور گھٹ گھٹ کر مرے۔ اس لئے اب مظلوموں کی ضبط کا یارا ٹوٹ رہا ہے، خوف کی بندشیں کٹ رہی ہیں، بے زبانوں کو گویائی کا حوصلہ ملنے لگا ہے اور نالہ وفغاں سے فضائیں بوجھل ہونے لگی ہیں۔ اب ان کی آوازیں دبانا آسان بھی نہیں ہے کہ ان کی آہیں اپنا اثر دکھانے لگی ہیں اور آواز سے آواز ملانے والوں کا دستہ بڑھتا جارہا ہے، سڑکیں اور گلیاں اس زعفرانی سیاست کے خلاف مختلف قوموں اور تنظیموں کے احتجاجی صداؤں سے آباد ہوتی جارہی ہیں۔ احتجاج کرنے والوں یہ سمجھ لیا ہے کہ جب بغیر روئے بچے کو دودھ نہیں ملتا تو ہمارا درد نہاں بھی نالہ وفغاں کے بغیر کوئی نہیں سمجھ سکتا

دل پہ چوٹ لگی ہے جب تو آہ لبوں تک آئی ہے　　　یونہی چھن سے بول اٹھنا تو شیشہ کا دستور نہیں

مگر وائے افسوس!

احتجاجیوں کی بھیڑ میں ایک مسلم قوم ہے جو منظر سے اوجھل ہے، ماحول سے بے پروا، مستقبل سے بے نیاز اور احساس زیاں سے بے فکر۔ اب اس قوم نے بزدلی کا نام شرافت اور فیشن کا نام تہذیب رکھا ہے۔ کل کی اس غیور قوم پر اب خوف کا ایسا سایہ مسلط ہے کہ یہ گھٹ کر مر سکتی ہے مگر آہ نہیں کر سکتی۔ زندگی کی خواہش اور موت کے خوف نے انہیں اتنا بزدل بنا دیا ہے کہ آئین کی مضبوط پناہ گاہ بھی ان کے تحفظ کے لئے ناکافی ہے۔ اب اسے صبر کہا جائے یا بزدلی کہ:

جب بابری مسجد کی شہادت کے مجرمین کو سزا کے بجائے امان اور آستھا کے نام پر فریق مخالف کو زمین دے دی گئی تب بھی اس قوم نے صرف سرد آہ کھینچنے پر اکتفا کیا۔

تین طلاق کے مسئلہ میں حکومت کے غیر آئینی فیصلہ پر بھی اکثریت نے صرف لاحول پڑھنے کو اپنا فریضہ سمجھا اور مطمئن ہو گئے۔

بابری مسجد کے بعد مختلف الزامات کے تحت کئی مسجدیں شہید کردی گئیں اور اس قوم نے شرافت سے دو آنسو بہا کر خیر امت ہونے کا حق ادا کردیا۔

مسلم بچیاں شادی کے جھانسے میں ارتداد کا شکار ہورہی ہیں مگر اپنی قیادت و نیابت کی دعویداری کے باوجود ہمارے علما و مشائخ گوشۂ عافیت سے باہر نہیں آسکے کہ اس سے ان کے آرام میں خلل پڑ جائے گا۔

موب لینچنگ کے ذریعہ انسانیت کو شرم سار کرنے کا بار بار گھنونا کھیل کھیلا جاتا رہا اور ہماری قوم ویڈیو شیئر کر کے اپنی بہادری کی مثالیں قائم کرتی رہی۔

CAA اور NRC کا معاملہ سامنے آیا تو پوری قوم اپنے وجود کو بچانے اور سنبھالنے کے لئے بے کل ہوگئی مگر ہمارے علما و مشائخ کے ماتھے پہ بل نہیں آیا۔

کرونا کی دوسالہ مفلوج زندگی کے دور میں ہماری غریب عوام، ہمارے علماوائمہ اور افلاک سے نڈھال شرفا زندگی وموت کی جنگ لڑتے رہے، مگر جماعتی سطح پر کوئی غمگسار سامنے نہ آیا۔ امرا محفوظ پنا گاہوں میں مقید ہوگئے، مشائخ گوشۂ عافیت سے باہر آنے کی ہمت نہیں جٹا پائے اور ٹکڑیوں میں بٹی ملت کے بڑے بڑے قائدین عوام کے صبر وضبط کا امتحان لیتے رہ گئے ۔

ان بتوں نے کی مسیحائی ہم نے سوسوطرح سے مرد یکھا

تاریخ ہند میں مسلمانوں کے سامنے اس سے زیادہ نازک گھڑی شاید نہیں آئی ہوگی کہ پوری قوم قیادت سے محروم ہوگئی ہو، ہر طرف ہوکا عالم ہو اور بے کسی و بے چارگی کی کیفیت، یعنی ۔

لگا کے درد کا پیوند اوڑھتے رہیے بنی ہے زندگی آج اک عذاب کی چادر

کیسا المیہ ہے کہ سینکڑوں بتوں کے آگے سربسجود اور اینٹ، پتھر، پیڑ، پودے، جانور تک کو بھگوان مان لینے والی قوم، اپنے دھرم کو نافذ کرنے کے لئے پرعزم اور سوسال سے اس کے لئے جدوجہد میں مصروف، مگر کنتم خیر امۃ کے خطاب سے سرفراز، ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کی ذمہ داریوں کی حامل اوریریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم کا سبق پڑھی ہوئی قوم، اتنی بے پروا؟ حالات سے اتنی بے گانہ؟ اور فکر فردا سے اتنی بے نیاز؟

ع اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نہ ماند

حالات پہلے بھی خراب ہوئے تھے مگر ہم اتنے بزدل نہ تھے۔ قتل مسلم کی فضا اور شعائر مذہبی کی پامالی کا ماحول پہلے بھی بنایا گیا تھا مگر ہم اتنے حواس باختہ نہ تھے، زندگی پہلے بھی تختۂ دار پہ چڑھائی گئی تھی مگر ہم اتنے مایوس نہ تھے اور اس لئے نہیں تھے کہ ہماری قیادت زندہ تھی، سیاہ وسپید پہ نگاہ رکھنے والے بیدار تھے، دشمن کی ہر حرکت پہ ان کی نظر تھی، وہ دل بینا رکھنے والے افراد، مختلف خانقاہوں سے وابستہ رہنے کے باوجود متحد تھے اور اپنی متحدہ قوت کو قومی تشخص، جماعتی اتحاد اور مذہبی اقدار کے تحفظ کی امانت سمجھتے تھے۔ وہ سیاسی نہیں تھے مگر سیاست کو وہ اچھوت بھی نہیں سمجھتے تھے، سیاست سے ان کا ایسا تعلق تھا کہ سیاسی گلیاروں کے لوگ ان کے قدموں سے اپنی کامیابی کی بھیک لیتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ خدا ترس لوگ تھے اور اپنے دل میں احساس مسئولیت رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہماری ایک لمحہ کی غفلت پوری قوم کی تباہی کا سامان بن جائے گی۔

مگر آہ! آج ہم اسلام دشمن عناصر کے نشانہ پر ہیں، وہ ہماری زندگی اور ہمارے مذہب کی تباہی کے مشورے کررہے ہیں۔ البتہ ہمارے جماعتی حریفوں نے ان عناصر سے لڑنے کے لئے اپنی تنظیمیں بنا رکھی ہیں، انہوں نے اپنا اسکول وکالج کھول رکھا ہے، آئی اے ایس اور آئی پی ایس کی تیاری کے لئے بڑے بڑے کوچنگ سینٹر کھول رکھے ہیں جس کے سبب قوم انہیں کو اب اپنا مسیحا سمجھنے لگی ہے، بھلے ہی وہ اس کے بدلے حکومت سے ان کی جان ومال اور آئین شریعت کی سودے بازی پہ اتر آئیں۔ اس چوطرفہ حرکت وعمل کا نتیجہ ہے کہ وقف بورڈ پہ انہیں کا قبضہ ہے، مدرسہ بورڈ پہ انہیں کا تسلط ہے، حج کمیٹی انہیں کے نرغے میں ہے اور سیاسی گلیاروں سے لے کر حکومت میں حصہ داری تک اسی ذہنیت کے افراد متحرک نظر آتے ہیں، بتایا جائے ہم کہاں ہیں؟ ان بیتے دس پندرہ سالوں میں ہماری کارکردگی کیا ہے؟ ہم نے کتنے کالج کھولے؟ کتنے ہاسپیٹل قائم کئے؟ ہمارے کتنے کوچنگ سینٹر کام کررہے ہیں، ہم نے کتنے آفت زدہ مسلمانوں کے لئے سہارا کیمپ قائم کیا؟ اور قومی سطح کے کتنے لیڈنگ اخبارات نکالے؟

یہ عقدہ بھی آج حل کرہی دیا جائے کہ مسلک اعلیٰ حضرت عقیدہ کا نام ہے یا عقیدہ وعمل دونوں کے مجموعہ کا۔ اگر صرف عقیدہ کا نام ہے، پھر فروعی مسائل میں اختلاف کرنے والا مسلک اعلیٰ حضرت کا باغی ومخالف کیسے؟ اور اگر عقیدہ وعمل دونوں کے مجموعہ کا نام

اداریہ

ہے تو اور اس کے دائرہ میں وہ سب ہے جو امام احمد رضا کے کردار کا حصہ ہے تو بتایا جائے:

اعلیٰ حضرت نے علمائے کرام کو منظم رکھنے کے لئے ''مجلس علمائے اہل سنت'' قائم فرمایا، آج اس فکر کو زندہ رکھنا مسلک اعلیٰ حضرت نہیں؟ لادینیت و صلح کلیت کے سدباب کے لئے اعلیٰ حضرت نے مشائخ عظام اور اہل خانقاہ سے تعلقات استوار رکھے اور ان کے ساتھ مل کر کام کیا، آج انہیں کاموں کے لئے سنی صحیح العقیدہ خانقاہوں کو منظم رکھنا مسلک اعلیٰ حضرت نہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فروغ اہل سنت کے لئے دس نکاتی فارمولہ دیا اس پر کتنا عمل ہوا؟ خاص کر:

> عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، شہروں شہروں میں آپ کے سفیر نگراں ہوں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو، آپ سرکوبی اعدا کے لئے اپنی فوجیں میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں، آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں''

پر عمل کرنا مسلک اعلیٰ حضرت نہیں؟ اگر ہے تو اس پر کتنا کام ہوا؟ کیا یہ جواہر ریزے صرف کتابوں کی پشت پہ چھاپنے اور تقریروں میں بولنے کے لئے تھے، عمل کے لئے نہیں؟

واضح رہے کہ اگر احقاق حق اور ابطال باطل مسلک اعلیٰ حضرت ہے تو حکومت کے ظالمانہ فیصلہ کے خلاف لڑنا بھی مسلک اعلیٰ حضرت ہے، قومی ترقی و خوشحالی کے لئے منصوبے بنانا بھی مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اپنے علما ائمہ طلبہ کو حالات کا مقابلہ کرنے کے لائق بنانا بھی مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اعدائے دین کے خلاف لڑنا اور اہل ایمان کے ایمان عقیدہ اخلاق جان مال عزت اور ان کے املاک کے تحفظ کا سامان کرنا بھی مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

جانے دیجئے!

اگر اعلیٰ حضرت کا یہ سبق ہم بھول گئے تو یہی بتا دیا جائے کہ:

ان دس سالوں میں ہمارے جماعتی حریفوں نے ہمارے خلاف جو کچھ لکھا، یا کیا، اس کے خلاف کتنی کتابیں لکھی گئیں اور کون سا اقدام کیا گیا؟

غیر مقلدین کا فتنہ عروج پہ ہے، آئے دن کوئی نہ کوئی سانحہ سامنے آتا ہے، اس کے سدباب کے لئے کون سی تدبیر کی گئی؟

ملک میں اب قادیانیت بھی بال و پر پسارنے لگی ہے، ایک طبقہ اس کے خلاف برسرپیکار ہے، اس کے لئے کیا کچھ لائحۂ عمل اپنایا گیا؟

محض زبان وحلقوم سے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا نعرہ لگانے والوں نے اپنی منفعت کے لئے اس نعرہ کا ایسا استحصال کیا ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کاندھے پہ ڈھونے کی چیز نہیں، مخلصانہ جذبے اور سیرت اعلیٰ حضرت کو سامنے رکھ کر میدان عمل میں اتارنے کی چیز ہے، جس کی آج بھی ضرورت ہے۔ اگر ہم مخلص ہوتے، تو تقسیم کار کیا ہوتا، امام احمد رضا اور ان کے متبعین کی زندگی کو سامنے رکھا ہوتا اور ہر اس رخ پہ کام کرنے کے لئے اپنے آدمیوں کو لگایا ہوتا، جسے امام احمد رضا اور ان کے خلفا و تلامذہ نے ترجیحی طور پر کیا۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے الفاظ ''طبائع طلبہ کی جانچ ہو'' اور ''ان میں جو تیار ہوتے جائیں'' ہم سے بہت کچھ کہہ رہے ہیں۔

قربان ہونے کو جی چاہتا ہے امام احمد رضا کے اس حکمت و تدبر پہ، کیسا جامع لفظ استعمال فرمایا آپ نے، جو ہر دور کی ضرورت کو محیط ہے۔ ہر طالب علم عالم ہی نہیں بننا چاہتا، تو کیا ضروری ہے کہ اسے اسی میں سرگرداں رکھا جائے؟ طبائع طلبہ کی جانچ کرتے جائیں اور عالم فاضل مفتی مدرس مصنف مناظر صحافی ڈاکٹر وکیل افسر سپاہی سب بنائیں اگر وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہے تو زندگی کے جس شعبہ میں رہے گا، اپنے مسلک مذہب اور جماعت کا کام کرے گا اور اس ملک میں آپ کو قومی مسائل سے لے کر ذہبی مسائل تک کے حل کے لئے ہر محاذ پہ اپنے آدمی کی ضرورت ہے۔ مگر یہ سوچ ان کی کیسے ہوسکتی ہے جو ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے نعرہ کو ذریعہ تجارت سمجھتے رہے ہیں۔

ع   من اے امیر امم داد از تو می خواہم

بیچاری قوم!

آج ہماری قوم بے قیادت ماری ماری پھر رہی ہے کوئی انہیں ایک مرکز پہ سمیٹنے والا نہیں، ان کے درد کی زبان سمجھنے والا نہیں، انہیں مستقبل کے خدشات سے باہر نکالنے والا نہیں۔ اور جو لوگ اس درد کو محسوس کرتے ہیں وہ قیادت کی سکت نہیں رکھتے —— ہمارے اکابر کو اپنی قوم اور اپنی جماعت کے درد کو سمجھنا ہوگا، انہیں مایوسی کے صحرا سے نکالنا ہوگا۔ انہیں سیاسی قیادت اور جماعتی پیشوائی کی ضرورت ہے، ان کے اس جذبہ کی آبیاری و پاسداری کے لئے انہیں میدان عمل میں آنا ہوگا۔ جماعت کے وجود سے امام اور مریدین کے وجود سے مرشد کی ضرورت و اہمیت سمجھ میں آتی ہے، اگر یہی نہ رہے تو کہاں کی امامت اور کہاں کی بیعت و ارادت۔

مسند نشینان علم و معرفت!

خواجگان چشت اہل بہشت کی خیرات پہ پلنے والے افراد، مخدوم جہاں کے در دولت کے غلام، میکدۂ برکات کے میخوار، مخدوم سمناں کی چوکھٹ کے بھکاری اور خانقاہ رضویہ کے سرمہ عشق کے اسیر، ٹکٹکی باندھے آپ کی راہیں دیکھ رہے ہیں، خدارا! کمان سنبھالیں ان کی ملی و مذہبی قیادت کی، اور بچا لیں انہیں قسطوں میں مرنے سے، آپ سب، مسلمانان ہند کی امیدوں کا مرکز ہیں، آپ چاہیں تو اپنی مشترکہ کوششوں سے اس سہمی ہوئی قوم کو باوقار جینے کا حوصلہ اور حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت عطا کر سکتے ہیں، آپ کے اشارۂ ابرو سے نظام عالم بدل سکتا ہے، تو اس بے چاری قوم کے درد و غم کی کیا بساط ہے۔

اس قوم کو ضرورت ہے:

ملی و سیاسی قیادت کی

جماعتی اتحاد و وداد کی

اور ملکی سطح کے ایک ایسے ''متحدہ ملی پلیٹ فارم'' کی

جس میں جماعت اہل سنت تمام نمائندہ شخصیات شامل ہوں۔ ان کی اپنی ملی سیاسی تنظیم ہو، جماعتی سطح کا ایک ''کل ہند فقہی بورڈ'' ہو، جہاں سے ایمان و عقائد سے متعلق آئے ہوئے استفتا کا جواب دیا جائے، تاکہ اختلاف کی راہ مسدود، اور اپنی پسند و ناپسند کے مطابق فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے، کرانے کا معاملہ مفقود ہو جائے۔ برسوں پہلے حضور حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنے خطبہ صدارت میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اہم فتویٰ جمعیۃ عالیہ (مرکزی فقہی بورڈ) میں ملاحظہ کے لئے بھیجا جائے اور تا مقدور ہر طبع ہونے والی چیز جمعیۃ عالیہ کے اذن سے طبع کی جائے''

ہم نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو برسر اقتدار جماعت کی منفی سوچ میں بھی ایک چیز کام کی ملے گی کہ انہوں نے اپنی ہر سطح کی ایک تنظیم بنا رکھی ہے اور ایک اشارہ پہ ساری ذیلی تنظیموں کی کارکردگی کا ڈاٹا ان کی نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ کیا ہم خیر کا پہلو رکھنے کے باوجود اپنی ایک متحدہ تنظیم نہیں بنا سکتے؟ اپنی مشترکہ وراثت کے تحفظ کے لئے ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتے؟ اب اور کون سی قیامت کا انتظار ہے اکٹھا ہونے کے لئے؟ اب تو ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیری بحر کے موجوں میں اضطراب نہیں

کہنے کے دن بھی نکل گئے کہ ہم ''طوفاں سے آشنائی'' کے دور ہی سے گزر رہے ہیں۔ مگر اب تک ''ہماری بحر کے موجوں میں اضطراب پیدا نہیں ہو سکا۔

❀❀❀

قارئین کے تاثرات

قارئین! مداحانہ نہیں، اپنے ناقدانہ وحقیقت پسندانہ تاثرات بھیجیں، یہ ہمیں رسالہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

ہوتا ہے جادہ پیماں پھر کارواں ہمارا

■ مولانا مجاہد حسین رضوی
شیخ الحدیث دار العلوم غریب نواز الہ آباد

موجودہ دور میں فکری آوارگی اور اسلاف کی پاکیزہ اور محتاط روش سے انحراف کا سیلاب آ گیا ہے۔ نو مولود اور نا تجربہ کار محققین اپنے اکابر کے مابین مسلم الثبوت افکار و نظریات کے خلاف اپنی بچکانہ تحقیق سے عامۃ المسلمین کو شکوک و شبہات کے دلدل میں ڈھکیل رہے ہیں۔ اسلام دشمن طاقتوں کے منصوبے کے مطابق شیعہ سنی اختلاف کو ہوا دے کر اسلامیان ہند کو کمزور سے کمزور تر کرنے کی ناپاک کوششیں ہو رہی ہیں۔ رد روافض میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی ہنوز لاجواب تصنیف ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کے منظر عام پر آنے کے بعد سے لے کر کچھ عرصہ پہلے تک محبت اہل بیت کی جھوٹی دعوے داری کا سہارا لے کر عظمت اصحاب رسول پر جیسے حملے ابھی ہو رہے ہیں، وہ ایک طویل زمانے تک بند تھے۔ ان ناپاک حملوں کے ذمے دار کسی حد تک ہمارے کچھ ایسے نادان دوست بھی ہیں جن کا طرز عمل دیکھ کر کبھی کبھی شبہ ہونے لگتا ہے کہ یہ ہماری جماعت کے خیر خواہ ہیں یا بد خواہ۔

ڈاکٹر مفتی امجد رضا خان زید مجدہم کی ادارت میں بہار کی راجدھانی پٹنہ سے شائع ہونے والے دوماہی رسالہ ''الرضا'' نے ماضی قریب میں پیدا ہونے والے ہر فکری فتنے کے خلاف مضبوط مورچہ کھول رکھا تھا اور امت کو صراط مستقیم اور راہِ اعتدال کی طرف رہنمائی کا مؤثر فریضہ انجام دے رہا تھا۔ کورونا کی عالمی وبا نے جہاں پوری دنیا کو ایک طویل عرصے تک منجمد کر کے رکھ دیا، وہیں دوماہی ''الرضا'' کی اشاعت بھی موقوف ہو گئی۔ اب جب کہ پھر اس کی اشاعت کی تیاریاں چل رہی ہیں اور بہت جلد محرم الحرام اور صفر المظفر ۱۴۴۳ھ کا شمارہ منظر عام پر آنے والا ہے، اس خبر سے راقم الحروف کو بے پناہ مسرت ہو رہی ہے۔ میں مدیر اعلیٰ ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب زید مجدہم کے اس اقدام اور دوماہی ''الرضا'' کی دوبارہ اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں حاسدین اور مسلکی حریفوں کی نظر بد سے بچائے اور اس رسالے کو متلاشیان حق کے لیے مشعل راہ بنائے۔ آمین

□□□

الرضا کے سابقہ شماروں کی دھمک ابھی باقی ہے

■ مولانا سید احمد رضا نازش آستانہ مخدومیہ
ملکی محلہ لکھن پور شریف، مونگیر

محترم ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب ۔۔۔ تسلیمات

الرضا کی اشاعت کی خبر سے دل کو اطمینان ہوا۔ لاک ڈاون کی پریشانیوں سے نجات ملتے ہی آپ نے ہمت دکھاتے ہوئے، اس کی اشاعت کی طرف توجہ مرکوز کی یہ آپ کی مذہبی بیداری کی دلیل ہے۔ الرضا کے سابقہ شماروں کی دھمک ابھی باقی ہے۔ اچھا ہوا اسے یاد ماضی بننے سے آپ نے بچالیا اور حال کی ضرورتوں کا نقیب بنا کر قارئین کے ذہن کو دوسرے منفی حملوں سے بچالیا۔ اللہ رب العزت آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو سلامت ومتحرک رکھے۔

یہ خیال رہے کہ الرضا نے اپنا جو معیار بنایا ہے وہ متاثر نہ ہو۔ کچھ کرنے کے تقاضے بہت ہیں اور فتنوں کی بھرمار ہے ایسے میں کسی ایسے رسالہ کا نہ ہونا، جو سب اچھا ہے کہنے کے بجائے حسن وقبح اور خیر وشر میں تمیز پیدا کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو، اچھی علامت نہیں ہوگی۔ اس لیے ایک بار آپ حضرات کو الرضا کی اشاعت کا تسلسل قائم رکھنے پر مبارک باد!

□□□

اشاعت کی خبر سے دل کو چین وقرار حاصل ہوا

مولانا محمد سلیم اختر بلالی
سابق پرنسپل مدرسہ امانیہ لوام

ڈاکٹر مفتی امجد رضا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ الرضا پٹنہ بہت دنوں سے مطالعے کے میز سے غائب ہے نظریں دیدار کو بے تاب رہتی ہیں یہ رسالہ نہیں بلکہ ایک زندہ تحریک ہے اس کا زندہ رہنا ضروری ہے اس سے ملت کی رگوں میں تازہ خون کے کردار رہتا ہے اس کے تسلسل میں لاک ڈاؤن نے برا اثر ڈالا اب جبکہ حالت استوار ہو گئے ہیں اس کی اشاعت پر بھر پور توجہ فرمائیں یہ اہل سنت کی ضرورت ہے نئی مسئلیں اس سے نوش ونما پاتے ہیں اوران کے شعور وآگہی کو توانائی حاصل ہوتی ہے مسلک رضا کے فروغ وترقی میں اس نے ماضی میں بڑا صالح کردار ادا کیا ہے آپ نے الرضا کے نام سے اپنے ہر باشعور اصحاب علم کی کہکشاں تیار کرلی تھی اوران کے فکر ونظر سے ملت سیراب ہورہی تھی امید ہے کہ آپ نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اس سخت پیش ۔۔۔۔اور بکھرے ہوئے ستاروں کو مجتمع کریں گے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پرانے شائقین بے تاب نظری سے اسکی دیدار کے منتظر ہیں بس آپ کے اقدام کی ضرورت ہے آپ دیکھیں گے کہ ملک میں پھیلے ذوق سلیمہ پرہوان کی مثال اس روشن چراغ کے ساتھ میں جمع ہوں گے اور آپ کے ساتھ۔۔۔۔۔خدا رسالہ کی عمر دراز فرمائے اوراس کی راہ کے تمام رکاوٹوں کو دور فرمائے

□□□

الرضا علم وادب کی خوشگوار زندگی کا پیغام ہے

مولانا محمد قمر الزماں مصباحی
ڈائریکٹر ادارہ لوح وقلم، سعد پورہ، مظفر پور

محترم ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ صاحب۔۔۔۔۔ہدیہ سلام نیاز

لاک ڈان نے زندگی کے ہر شعبوں کو متاثر کر دیا اس سے کوئی گوشہ محفوظ نہیں رہا اصحاب علم کو اس نے جو نقصان پہنچایا ہے وہ نا قابل بیان ہے تعلیمی اداروں کے ساتھ ماہناموں کا بھی زبردست خسارہ ہوا ماہنامہ الرضا پٹنہ جو بڑی تیزی کے ساتھ مذہب اہل سنت کی نئی مسئلوں کی دینی فکر کی آبیاری کررہا تھا اس کے تسلسل میں یکا یک بریک لگ گیا اس کے شائقین اب بھی اس کی زیارت کو بے چین ہیں آپ کی ادارت میں نکلنے والا رسالہ علم وادب کی خوشگوار زندگی کا پیغام ہے یہ جانتے ہوئے کہ آپ کے ناتواں کاندھوں پر مدرسہ شرعیہ کی تعلیمی ذمہ داریوں کے ساتھ مرکزی ادارہ شرعیہ کی شرعی عدالت کے فرائض القلم فاونڈیشن کے فروغ ترقی اوراسکے دیگر اشاعتی منصوبہ جات کی عصری ضروریات اس میں شامل ہیں پھر بھی آپ نے جو ٹیم ماہنامہ کے لیے تیار کیا تھا اسے پھر سے نئی فکر کے ساتھ زندہ کیجئے تاکہ الرضا وقت پر منظر عام پر آکر نئی مسئلوں کی قیادت کرسکے اس باب میں اس ناچیز سے جو بھی خدمات میسر آئیں گی۔۔۔۔ خدا آپ کے حوصلے کو بلند فرمائے اور رسالہ کی زندگی کو برکت نصیب فرمائے

□□□

الرضا کا جہاد بالقلم

مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی
ناظم تنظیم ائمہ مساجد پٹنہ

آبروئے صحافت ڈاکٹر امجد رضا امجد

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

یہ سن کر بے پایاں مسرت ہورہی ہے کہ ”سہ ماہی الرضا انٹرنیشنل پٹنہ“ پریس کے حوالے ہورہا ہے۔الرضا مذہبی اورادبی صحافت کا وہ باوقار اور معیاری رسالہ ہے جس میں تحقیقی،تنقیدی،تعمیری،ادبی،فکری،معلوماتی اورمذہبی ہر قسم کے مقالات ومضامین ہوتے ہیں اورقارئین اپنے اپنے ذوق کے اعتبار تشنگی دور کرتے ہیں اورسب سے بڑی بات یہ کہ ملک کے کسی کونے سے جماعت اہلسنت اورمسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف جب بھی کوئی آواز بلند ہوتی ہے تو الرضا جہاد بالقلم کے ذریعہ اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے دفن کردیتا ہے لہٰذا ایسے رسالہ کا اشاعتی تسلسل قائم رہنا چاہئے تاکہ مسلک مخالف ہر طوفان کا بآسانی مقابلہ کیا جاسکے اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں مزید قوت وبرکت عطا فرمائے، پوری ٹیم کو نظر بد سے بچائے اور رسالے کو عمر دوام سے نوازے آمین

عظیم آباد پٹنہ صدیوں سے شعروسخن،زبان وادب، فکروآگہی تہذیب وثقافت کا اہم مرکز رہا ہے جہاں کی مٹی علم شعور کے پھول اگاتی ہے وہاں کے مذہبی افق سے معیاری رسالہ کی اشاعت وقت کی اہم ضرورت ہے جس طرح زبان وادب کے فروغ میں عظیم آباد کا نمایاں کردار رہا ہے

مذہبی فروغ میں بھی اس کی اہم نمائندگی ہونی چاہئے جیسا کہ ماضی میں ہوتی رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حوصلہ آپ کا اور صرف آپ کا ہے کہ لاکھ چوٹ کھانے کے بعد بھی اسی عزم، اسی جذبے اور اسی بلند ہمتی کے ساتھ تازہ دم ہو کر قلم سنبھال لیتے ہیں خالق لوح و قلم آپ کے اندر مزید توانائی عطا فرمائے تا کہ آپ کی نکہت فکر و قلم سے پوری علمی دنیا معطر رہے

□□□

اس رسالے کا زندہ رہنا ضروری ہے

معراج احمد فریدی
استاذ مرکزی ادارہ شرعیہ بہار

امام صحافت حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب قبلہ
صدر قاضی مرکزی ادارہ شرعیہ بہار
ہدیہ سلام و رحمت مستجب باد

اس خبر کے سننے کے بعد دل کی مرجھائی ہوئی کلیاں پھر سے کھل اٹھیں کہ آسمان صحافت پر نیر تاباں بن کر چمکنے والا رسالہ بنام الرضا ایک بار سے ایک طویل وقفے کے بعد اپنے قارئین کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور نور بخشنے کے لیے تیار ہے یہ رسالہ اپنی نوعیت کا منفرد دیدہ زیب بے مثال اور اسم با مسمی بھی ہے جس کے سارے مشمولات قابل قدر لائق مطالعہ علمی پیاس کے بجھانے کا سبب بھی ہیں اس رسالے کا ایک مستقل قاری ہونے کی حیثیت سے میں الرضا کی پوری ٹیم کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں
دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کے صدقے جملہ قارئین پہ اپنی رحمت فرماتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے میں فیض رضا جاری و ساری فرمائے آمین

□□□

نئی نسل کے لئے رہنما رسالہ

محمد احسان رضا ہاشمی مصباحی
شعبہ تربیت افتا مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہار کی سرزمین پر عرصہ دراز سے جماعت اہلسنت میں تحریری میدان کے اندر زبردست تعطل پیدا ہو گیا تھا جس کا قلق ہر حساس عالم کو تھا، لیکن آپ نے اس جمود کو توڑنے میں جس ہمت مردانہ اور جرات رندانہ کا مظاہرہ فرمایا وہ ہمارے لیے ایک نمونہ ہے بلا شبہ آپ کی ادارت میں دوماہی الرضا انٹرنیشنل پٹنہ نے ملک و بیرون ملک میں امام احمد رضا کی تعلیمات اور ان کی حیات و خدمات کو خوب عام کیا جو درحقیقت امام عشق و محبت سے اہل بہار کی عقیدت و محبت کا عکس جمیل اور پرتو نایاب ہے۔ دوماہی الرضا نے بہت مختصر مدت میں بڑی تیز گامی کے ساتھ جو مقام اور اعتبار حاصل کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔ ہر بار آپ کی تحریر امام اہلسنت رضی اللہ تعالی عنہ کے ایک نئے زاویۂ فکر کو منصۂ شہود پر جلوہ گر کرتی ہے جس سے ہم لوگ بے حد محظوظ اور شاد کام ہوتے ہیں۔

لیکن دو سال سے ملک میں کورونا وائرس کی وجہ سے جو ناگہانی صورتحال پیدا ہوئی اس سے ہمارے تعلیمی اور تحریری اداروں کا زبردست خسارہ ہوا اور سارا نظم و نسق درہم برہم ہو گیا، اس بیچ دوماہی الرضا کے دیدوبین سے بھی محروم ہونا پڑا اور شوق طلب میں ہمیشہ مضطرب رہا۔ ابھی خبر موصول ہوئی کہ اس دوماہی کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے تو دل کو چین و قرار حاصل ہوا۔ اب دعا ہے کہ اس کی راہ میں کوئی روڑا نہ حائل نہ ہو، اس دوماہی کی اشاعت پر میں اپنی مسرت و شادمانی کے اظہار بیان سے قاصر ہوں، اللہ آپ کے علم و دانش سے ہمیں بہرا مند فرمائے اور آپ کا سایہ جماعت اہلسنت پر دراز ہو۔

□□□

الرضا نے اپنی آمد سے دھوم مچادی

مولانا ضیاء القادری مصباحی
رضا باغ گنگٹی سیتا مڑھی

چند سال پیشتر جب کہ ملک میں فتنوں کا بازار گرم تھا اور اسلام دشمن نت نئے چہرے دین کا لبادہ اوڑھے اپنے مقاصد انجام دے رہے تھے خانقاہیں اور پیروں سجادہ نشیں اپنے نعرے لگانے میں لگے تھے شہرت یافتہ خطبا حصول زرہ کے لیے کوشاں تھے کچھ نام ور صاحبان قلم قلمی صلاحیت کے نشے میں بزرگوں پر طعنوں و تشنیع کر رہے تھے متفق علیہ مسائل شرعیہ کو مختلف فیہ بنانے میں تھے اور عدم جواز کو جواز ثابت کرنے میں مست تھے مسلک اعلی حضرت کی غلط تشریح کرتے پھر رہے تھے اور شخصیتوں کی زور خطابت و علمی جادوگری پر اندھی تقلید کی جا رہی تھی اور کچھ صاحب جبہ و دستار تصوف کا ڈھونگ رچائے اپنا دائرہ مریدیت بڑھا

رہے تھے گویا جس سمت جس ادارے جس تنظیم جس خطبا واد با وشیوخ پر نظر جاتی سب دین کے ساتھ کھلواڑ کر رہے تھے حق کی پہچان گرد آلود ہو رہی تھی دین محمدی میں ملاوٹ ہو رہی تھی عوام علما سے دور جا رہے تھے ایسے فتنہ انگیزی کے دور میں اللہ رب العزت نے ہمیں حق کی پہچان خرمن باطل کے واسطے رعد البرق اور اسلامی لبادے میں ملبوس دشمنوں کے لیے سیف المسلول عطا فرمایا جسے آج پوری دنیا ایشیا و یورپ و امریکہ و ہندو پاک دو ماہی الرضا انٹرنیشنل پٹنہ کے نام سے جانتی ہے جو استاذی قاضی شریعت حضرت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد زید مجدہ و شرفہ کی بے لوث محنت و مشقت اور جاں فشانی کا عظیم کارنامہ ہے اور آپ کے ہم عصر رفقا کی جد وجہد کا نتیجہ ہے جس کی اشاعت میں خانقاہوں اور پیران عظام کو یاد دلایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی رشد و ہدایت کے لیے ہیں نہ کہ نذرانے وصول کرنے کے لیے اور نام نہاد ادیبوں کو قلم کاروں کی جہالت بھری علمی جادوگری کو نیست و نابود کر دیا اور ان کے باطل نظریہ کو عوام کے سامنے بے نقاب کر دیا اور ان کو گھر لوٹنے کی دعوت دی اور شہرت یافتہ شخصیتوں کے کفری و گمرہی سے پر عقائد کا پردہ چاک کیا اور قوم مسلم کو ان کی اندھی تقلید سے بچا لیا نو فارغ علما و فضلا کو ان کی علمی تبحر کے راگ الاپنے سے روک لیا اور الرضا کے ہر آنے والے نئے شمارے میں ہمیں ایک نیا نور دیا جس سے مذبذب مسائل میں یقین کی منزل پائی اور غیروں اور اپنوں کے مابین فرق کرنے کا آلہ ملا جس سے قوم مسلم ایک پلیٹ فارم مسلک اعلی حضرت پر جمع ہو گئی اور الرضا نے اپنی آمد سے چہار عالم میں اپنی علمی تبحر و حق بیانی سے دھوم مچا دی قارئین کے اندر اپنی قرات کا شوق جگا دیا الغرض اتنا کہوں کہ الرضا نے ہمیں اس ناپید فتنوں سے بچا لیا جس کا طوفان ساری دنیائے سنیت کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ دو ماہی الرضا کو روز بروز شہرت و بلندی پر فائز کرے اور استاذی حضرت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب مدظلہ العالی کے اور ان کے رفقا کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

□□□

حالات حاضرہ دو ماہی الرضا کا مقتضی

مولانا محمد فیضان رضا علیمی
مدیر اعلی سہ ماہی پیامِ بصیرت سیتامڑھی

حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عوافی مطلوب! فتنہ و فساد اور اختلاف و انتشار کا بازار کچھ لوگ خوب گرم کرتے ہیں اور دین متین میں اپنی من مانی اور اہلِ سنت و جماعت (جس کی پہچان عصر حاضر میں مسلک اعلی حضرت سے ہے) کے عقائد و نظریات اور معمولات میں بے جا دخل اندازی کا خواب دیکھتے رہتے ہیں اور اکابر اہلِ سنت خصوصاً اعلی حضرت علیہم الرحمہ کی تحقیقات پر انگشت نمائی کر کے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش کرتے ہیں اور معدودِ چند لوگ ان کا ساتھ بھی دے دیتے ہیں ظاہر سی بات اتنی بڑی دنیا ہے تو کوئی تو ساتھ دینا والا ہوگا ہی۔ اس معاملے میں پچھلے کچھ سالوں سے الہ آباد کی خانقاہ سید سراواں اور یوپی سمیت بہار کی کچھ پرانی خانقاہوں کے موجودہ گدی نشین زیادہ ہی نظر آرہے ہیں اور اگر دورِ حاضر کا محاسبہ کریں تو کچھ نوجوان پڑھے لکھے لوگ اپنی شہرت و مقبولیت کی خاطر اپنے اسلاف و اساتذہ کی روش کو ٹھکرا کر کے اہل فتنہ کا خوب ساتھ دے رہے ہیں اور شوسل میڈیائی پلیٹ فارم سے نشر بھی کر رہے ہیں۔ اس فتنہ کی سرکوبی اور تردید کے لیے ہم سب کی نگاہ ایک مردِ قلندر، ماہرِ زبان و قلم، حاذقِ ادب و فن اور ملتِ اسلامیہ کا درد رکھنے والے صاحبِ بصیرت و بصارت مفتی و قلم کار بلکہ سیکڑوں اچھے قلم کاروں کے استاد و رہبر حضرت علامہ ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب قبلہ قاضی شریعت ادارہ شرعیہ پٹنہ پر ٹکی ہوئی تھی اور شدت سے انتظار بھی تھا کہ پچھلے چار سالوں سے آپ ہی دو ماہی الرضا انٹرنیشل کے ذریعہ ان فتنوں کی خوب سرکوبی کر رہے ہیں اور بہت حد تک فتنہ تھم بھی گیا تھا۔

لیکن کرونا وائرس کی بلا اور اس پر حکومتی پابندی کی وجہ ایک الرضا ہی کیا پوری دنیا بند ہو چکی تھی۔ اور موقع پا کر اہل فتنہ اپنا پَر پھر سے پھیلانے لگے ہیں۔ ایسے میں ضرورت تھی کہ الرضا پھر سے میدان میں آئے اور اپنے سابقہ انداز و اسلوب سے اس پر قدغن لگائے۔ آخر ڈاکٹر صاحب قبلہ نے یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ الرضا پریس جا رہا ہے۔ اس روح افشاں خبر پر میں حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور آپ کی پوری ٹیم کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک دیتا ہوں۔ اللہ کرے آپ کا یہ کام ہمیشہ جاری رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

□□□

صَلِّ عَلیٰ غَفُورِنَا کہنے کا شرعی حکم

صاحبزادہ مولانا محب اللہ نوری
شیخ الحدیث و پرنسپل دار العلوم حنفیہ فریدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ماہ نامہ بشار کے گزشتہ شمارے (جنوری تا مارچ 2021ء) میں ''آپ نے پوچھا ہے'' کے عنوان کے تحت ایک فتویٰ شائع ہوا تھا، جس میں مفتیٔ بشار نے ''صل علیٰ غفورنا'' کو کلمۂ کفر قرار دیا تھا، جس پر حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی کی ماہرانہ و مربیانہ نظر پڑی۔ انہوں نے اصلاحِ احوال کے لیے خوب صورت، پُرحکمت اور ایک تحقیقی خط ارسال فرمایا۔ ہم نے وہ خط مفتیٔ بشار حضرت مفتی ہمزادرضا مجددی زید مجدہ کی خدمت میں پیش کیا۔ مفتیٔ بشار باصلاحیت، سادہ طبیعت، نیک نیت اور علمی جستجو و لگن کی اہلیت رکھتے ہیں۔ سالہا سال سے ان کے نت نئے موضوعات پر فتاویٰ ماہ نامہ بشار میں شائع ہو رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی کے نامہ مبارکہ کو پڑھا، چوما، سینے سے لگایا اور حضرت کی بات کو قبول کرتے ہوئے اپنی بات سے رجوع کیا اور حضرت کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی صاحبزادہ صاحب سرپرستی فرماتے رہیں گے۔ ہم حضرت صاحبزادہ مفتی محب اللہ نوری مدظلہ العالی کے نامہ مبارکہ کو من و عن شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، تاکہ قارئین بھی اپنی اصلاح کر لیں۔ (ادارہ)

(مکتوب نوری)

مکرم و محترم جناب ڈاکٹر محمد اویس معصومی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ --- جنوری تا مارچ ۲۰۲۱ء کا ماہ نامہ ''بشار'' ملا --- یاد آوری کا شکریہ ---

پرچہ دل چسپ عنوانات اور عمدہ مضامین کا مرقع ہوتا ہے --- ''فقراتِ فقہیہ'' میں ایک فتویٰ نظر سے گزرا، جو احقر کے خیال میں محلِ نظر ہے --- مفتیٔ بشار نے ''صلِّ علیٰ غفورنا'' کو کلمۂ کفر قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''اس لیے کہ غفور اللہ کا صفاتی نام ہے، جو صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے'' ---

حالاں کہ ''غفور'' صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی بھی ہے اور یہ ان صفاتی اسماء میں سے ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جیسے رؤف، کریم، رحیم وغیرہ ---

چناں چہ علامہ قسطلانی نے مواہبِ لدنیہ میں حضور کے اسماء میں الغفور کا ذکر کیا ہے، جس کی شرح میں امام عبدالباقی زرقانی لکھتے ہیں:

(الغفور) فی التوراۃ من صفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و لکن یعفو و یغفر، و ھو من اسمائہ تعالیٰ، و ھو بمعنی الغفار ---

[زرقانی علی المواہب، دار المعرفۃ، بیروت، جلد ۳، صفحہ ۱۳۹]

اسی طرح امام محمد بن یوسف صالحی شامی (م ۹۴۳ھ) نے جلد ۱، صفحہ ۴۹۲ میں اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے الفضائل المحمدیۃ التی فضل اللہ بھا صلی اللہ علیہ و سلم علی جمیع البریۃ کے صفحات ۳۲، ۳۹ اور ۴۳ میں صراحت کی ہے ---

امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواھر میں رقم طراز ہیں:

اَنَّہ اِذَا مَرَّ عَلٰی حَضَرَاتِ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰــــھِیَّۃِ صَارَ مُتَخَلِّقًا بِصِفَاتِھَا فَاِذَا مَرَّ عَلَی الرَّحِیْمِ کَانَ رَحِیْمًا اَوْ عَلَی الْغَفُوْرِ کَانَ غَفُوْرًا اَوْ عَلَی الْکَرِیْمِ کَانَ کَرِیْمًا اَوْ عَلَی الْحَلِیْمِ کَانَ حَلِیْمًا اَوْ عَلَی الشَّکُوْرِ کَانَ شَکُوْرًا اَوْ عَلَی الْجَوَادِ کَانَ جَوَادًا وَ ھٰکَذَا فَمَا یَرْجِــــعُ مِنْ ذٰلِکَ الْمِعْرَاجِ اِلَّا وَ ھُوَ فِیْ غَایَۃِ الْکَمَالِ---[الیواقیت والجواھر، جلد ۲، صفحہ ۳۶]

''(شبِ معراج) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اسماءِ الٰہیہ کی خاص جلوہ گاہوں سے گزرے تو ان صفات کے ساتھ متخلق بنتے گئے، مثلاً جب اسم الرحیم سے گزرے تو آپ رحیم بن گئے، جب اسم الغفور سے گزرے تو غفور بن گئے، جب الکریم کے مقام سے گزرے تو کریم بن گئے، جب صفتِ الحلیم سے گزرے تو حلیم، الشکور سے گزرے تو شکور، الجواد سے گزرے تو جواد ہو گئے، اسی طرح تمام صفات سے متصف ہوتے گئے اور جب معراج سے واپسی ہوئی تو آپ منتہائے کمال تک پہنچ چکے تھے''---

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے بھی ایک شعر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے اسم ''غفور'' استعمال کیا ہے، چناں چہ ان کا مشہور کلام ہے:

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

اسی نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں، غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے

حاشیہ منہیہ میں ''غفور'' کی وضاحت یوں فرمائی:

''غفور بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام پاک ہے، جس کی طرف توریت میں اشارہ ہے''---

[حدائق بخشش، رضا اکیڈمی، ممبئی، صفحہ ۱۲۹]

ان دلائل سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو غفور کی صفت سے متصف فرمایا ہے---

یہ چند کلمات بطور خیر خواہی کے تحریر کیے ہیں کہ ''بشار'' اہلِ سنت کا موقر جریدہ ہے---فتویٰ نویسی خصوصاً کفریہ فتوے میں احتیاط ضروری ہے اور جہاں عظمتِ مصطفی کا معاملہ ہو، وہاں تو انتہائی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے---

والسلام

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری

اعلان برائے اشتہارات

''دو ماہی الرضا انٹرنیشنل'' آپ کا اپنا محبوب رسالہ ہے۔ ماشاء اللہ پہلے ہی شمارے سے رسالہ نے اپنی شناخت قائم کرلی ہے اور بڑے پیمانے پر قارئین کی تعداد حیرت انگیز طور پر بڑھتی جارہی ہے۔ ہمارا موجودہ سرکولیشن تقریباً ۲۵۰۰ ر تک پہنچ چکا ہے، جو کہ ملک و بیرون ملک کے تمام اردو دوست قارئین پر مشتمل ہے۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی تنظیم یا ادارہ یا تجارت سے متعلق اشتہارات دے کر اپنے ادارے یا تنظیم کی تشہیر کریں یا اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ رسالے کے سرکولیشن کے حساب سے اشتہاری دروں میں کافی رعایت رکھی گئی ہے۔

میگزین کا بیک پیج (ملٹی کلر)	5000	ٹائٹل کا اندرونی پیج (ملٹی کلر)	4000
بیک پیج کا اندرونی صفحہ (ملٹی کلر)	3500	میگزین کا اندرونی مکمل صفحہ (سنگل کلر)	2500
میگزین کا اندرونی نصف صفحہ (سنگل کلر)	1500	میگزین کا اندرونی چوتھائی صفحہ (سنگل کلر)	1000

رابطہ کریں:

(۱) منیجر الرضا دفتر القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ (۲) احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹڈ) ہیرا کمپلیکس سبزی باغ پٹنہ

۸۵۲۱۸۸۹۳۲۳ / ۹۸۳۵۴۲۳۴۳۴

خدا کو یاد کر پیارے

■ مولانا قمر الزماں مصباحی مظفر پوری
بانی ادارہ لوح وقلم مظفر پور بہار

''۔۔۔نوجوان نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے جواب دیا، میں اس وقت حرم کعبہ میں خدائے ذوالمنن کے جلال وجبروت کے سائے میں کھڑا ہوں اور یہ آداب بندگی کے خلاف ہے کہ خالق کے گھر میں بیٹھ کر مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نہ دنیا یاد رہتی ہے اور نہ ہی دنیا دار۔ یہیں پر حطیم ہے، میزاب رحمت ہے، مقام ابراہیم ہے، حجر اسود ہے، ملتزم ہے اور باب کعبہ ہے۔ کیا اس سے بھی کوئی مقدس اور بابرکت جگہ ہوسکتی ہے، جہاں باب اجابت خود آگے بڑھ کر دعا کو گلے لگانے کو بے قرار ہو۔۔۔''

بادشاہ عبدالملک بن مروان کعبۃ اللہ کے طواف میں مصروف ہے، حرم شریف کی پوری فضائے آسمانی توحید کے نغمہ لاہوتی کی نکہتوں سے مشک زا ہے، ہر شخص کی زبان پر خدائے ذوالجلال کی کبریائی اور اس کی تسبیح وتحمید کے نعرے بلند ہیں، ہر آدمی بیت اللہ شریف کے پھیرے لگا رہا ہے اور سب کی بس ایک ہی دھن ہے کہ قدرت جہاں ایک عمل کے بدلے ایک لاکھ عمل کا ثواب عطا کر رہی ہے وہ میری بھی خوبی تقدیر کا حصہ بن جائے اور خدائے پاک کی طرف سے سعادتوں کی یہ برکھا میری کشت حیات پر بھی ہو۔ ادھر کعبہ شریف کی تجلیوں کی برسات سے ہر زائر حرم کا وجود نہار رہا ہے اور حجر اسود کی قوت کشش عاصیوں کی خطاؤں کو اپنے اندر سمو کر گناہوں سے پاک وصاف کر رہی ہے کہ اچانک بادشاہ کی نظر ایک نوجوان پر پڑی جس کی پیشانی سے سجدوں کا نور چھلک رہا تھا، گریہ خوف سے پلکیں بوجھل تھیں، نگاہوں سے حیا کا اجالا برس رہا تھا، لبوں سے توحید کے نغمے بلند ہو رہے تھے، چہرے مہرے سے وقار وتمکنت کی ضیائیں پھوٹ رہی تھیں اور نگاہوں کا خمار قیام لیل کا پتہ دے رہا تھا۔

مگر لباس نہایت معمولی، انداز زندگی نہایت سادہ، ہر ادا سے انکساری نمایاں، ہونٹوں پہ تبسم کے بجائے خشیت ربانی کے حسین پہرے، گفتگو میں متانت، لہجے میں حلاوت، توکل علی اللہ، صبر ورضا اور عشق ویقین کی چنگاری سے پورا وجود مسعود روشن ومجلی اور اس موسم نور میں انعامات الٰہیہ سے اپنے کشکول حیات کو بھرنے والا نوجوان بھیڑ میں بھی تنہا دکھائی دے رہا تھا۔ بادشاہ کا پیمانہ ضبط ابل گیا، پوچھا بتاؤ یہ نوجوان کون ہے؟ اس کی شخصیت کا ٹھہراؤ، کردار کا تقدس اور سیرت کا حسن کسی درخشاں ماضی کا غماز ہے۔

استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ نوجوان کا نام سالم ہے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیٹا اور امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پوتا ہے۔ بادشاہ کردار وعمل کی شادابی دیکھ کر نقد دل تو پہلے ہی ہار چکا تھا اور اب ان مقدس نسبتوں کو سن کر اس کی جبین عقیدت واحترام مزید خم ہوگئی۔ غلام بھیج کر نوجوان کو طلب کیا، علیک سلیک کے بعد بادشاہ عرض گزار ہوا، صاحبزادے! مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ میری نظر

اس وقت ایک صحابی کے بیٹا اور راز دار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پوتا کے رخ پرنور کا بوسہ لے رہی ہے، لیکن آپ کی یہ ظاہری بے کسی اور بوسیدہ لباس دیکھا نہیں جارہا ہے، مجھے یقین کامل ہے کہ آپ کے جد کریم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اشارہ نگاہ پر نبی ناز رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے خدائے بزرگ وبرتر کتنے لوگوں کو پروانہ جنت عطا کرے گا، مگر آپ کا یہ حال زار مجھ جیسے دنیادار کو دیکھ کر صبر نہیں ہورہا ہے۔ میرے حسن عقیدت کی ڈوری آپ کے جدِ امجد سے بہت مضبوط ہے۔ جن کے قدموں پر قیصر وکسریٰ کے تاج پڑے تھے اور جن کے ایمانی شوکت وجلال کے آگے ایران وروم کی سلطنتیں خوف زدہ تھیں، ان کے احترام ومحبت کا چراغ میرے دل کی انجمن میں کل بھی فروزاں تھا اور ان کی مدحت میں ہماری زبان آج بھی رطب اللسان ہے۔ یہ میری قسمت کی معراج اور تقدیر کی بلندی ہوگی کہ میں آپ کے کچھ کام آسکوں آپ صرف اشارہ کریں سلطنت کا خزانہ قدموں میں ڈھیر لگادوں۔

نوجوان نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے جواب دیا، میں اس وقت حرم کعبہ میں خدائے ذوالمنن کے جلال وجبروت کے سائے میں کھڑا ہوں اور یہ آداب بندگی کے خلاف ہے کہ خالق کے گھر میں بیٹھ کر مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نہ دنیا یاد رہتی ہے اور نہ ہی دنیادار۔ یہیں پر حطیم ہے، میزاب رحمت ہے، مقام ابراہیم ہے، حجر اسود ہے، ملتزم ہے اور باب کعبہ ہے۔ کیا اس سے بھی کوئی مقدس اور بابرکت جگہ ہوسکتی ہے، جہاں باب اجابت خود آگے بڑھ کر دعا کو گلے لگانے کو بے قرار ہو۔

بادشاہ نے اپنے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ابھی نوجوان پورے یکسوئی کے ساتھ اپنے مالک حقیقی سے لو لگائے ہوئے ہے۔ اسے کچھ مت کہو، جب ارکان کی ادائیگی سے فارغ ہوجائے تو میرے پاس لے کر آجانا۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عبادات سے فراغت پاکر قیام گاہ کی طرف لوٹ رہے تھے کہ پھر ملک بن عبداللہ کا قاصد آپہنچا حضور بادشاہ نے یاد فرمایا ہے۔

حضرت بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے۔

بادشاہ نے پھر اپنی بات دہرائی، اب تو تم خانہ خدا سے باہر ہو، اپنی ضرورت بیان کرو اگر میں تمہارے کام آگیا تو میرے لئے آخرت کا سب سے بڑا سودا ہوگا۔

حضرت سالم نے فرمایا آپ میری کون سی ضرورت پوری کرنے کی سکت رکھتے ہیں دنیا کی یا آخرت کی؟

بادشاہ نے کہا جو میرے دائرہ اختیار کی چیز ہے میں اسی کی بات کررہا ہوں

حضرت نے فرمایا جناب والا! یہ دارالفنا تو میں نے کبھی اپنے رب سے طلب نہیں کیا تو آپ سے کیا طلب کروں؟ مجھے تو صرف آخرت کی فکر ڈستی ہے اس حوالے سے اگر آپ میرا کوئی تعاون کرسکتے ہیں تو زہے نصیب۔

بادشاہ آپ کی یہ گفتگو سن کر جیسے سن ہوگیا اور بڑے لجاجت کے ساتھ عرض کیا، اے نوجوان! یہ تیرے اندر کا ضمیر بول رہا ہے، تیرے لہو کا رشتہ تقدس بول رہا ہے، خاندانی عظمتوں کا فیضان بول رہا ہے اور نسبتوں کی بہاریں بول رہی ہیں۔ میں قربان تیرے اس انداز فکر پر۔ جاؤ، اللہ تمہیں آخرت کی شادابی عطا فرمائے۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہاں سے اٹھے اور سیدھے قیام کی طرف چل پڑے اور جاتے جاتے یہ درس حیات دے گئے کہ آخرت کے مقابلے میں یہ حکومت، تخت طاؤس، سلطنت اور شاہی طمطراق کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ اصل زندگی، آخرت کی زندگی ہے، اصل توشہ آخرت کا توشہ ہے، اصل سرمایہ آخرت کا سرمایہ ہے اور اصل پونجی آخرت کی پونجی ہے۔ عقلمند وہ نہیں جو دنیا اور اہل دنیا سے دل لگائے۔ خداوند قدوس کے نزدیک وہی بامراد وکامیاب ہے جو سب بھول جائے اور اگر یاد رہے تو آخرت اور بس۔

سرکار اعلیٰ حضرت کیسا پیارا درس دیا

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہوسکے کرلے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اُجالی ہے
ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لا اُبالی ہے
اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دل اُکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

❁❁❁

سواد اعظم اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند

■ پروفیسر فاروق احمد صدیقی
سابق صدر شعبہ اردو بہار یونیورسیٹی مظفر پور بہار

سواد اعظم ملت اسلامیہ کے بڑے طبقے اور گروہ کو کہتے ہیں۔ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے" اتبعو السواد الاعظم فانه شذ شذ فی النار "یعنی اہل ایمان کے بڑے طبقے کی پیروی کرو جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔اور بڑا طبقہ از سلف تا خلف اہلسنت و جماعت کا ہی رہا ہے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کا مقلد ہے۔اس تعریف سے وہ گروہ خود بخود چھٹ گیا جو اپنے آپ کو غیر مقلد، اہل حدیث یا سلفی کہتا ہے اور آج کی رائج الوقت اصطلاح میں جس کا تعارف لفظ وہابی اور وہابیت سے ہوتا ہے۔اسی طرح روافض اور اہل تشیع بھی سواد اعظم سے خارج ہو گئے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے مطابق فرقۂ ناجیہ وہی ہے جو ماانا علیہ اصحابی کا قائل و معترف ہو اور اس پر سختی سے قائم ہو اور یہ فرقہ باطل اصحاب کرام کو مانتا ہی نہیں بلکہ ان کی شان میں تبرا کرتا ہے تو اب مقلدین کا ہی وہ خوش نصیب طبقہ ہے جس پر سواد اعظم کا صحیح اطلاق و انطباق ہوتا ہے۔خاص برصغیر ہندو پاک کے حوالے سے گفتگو کی جائے تو آج سے تقریباً دو سو سال پہلے تک یہی اہل سنت اور اہل تشیع دو فرقے تھے ۱۲۴۰ھ میں پہلی مرتبہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے نبیرۂ ناخلف شاہ اسمٰعیل دہلوی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی رسوائے زمانہ کتاب "کتاب التوحید" سے متاثر ہو کر "تقویۃ الایمان" نام کی کتاب لکھی اور سواد اعظم اہل سنت میں دائمی انتشار و تفریق کی بنیاد ڈال دی۔وہ عقائد و اعمال جن پر سواد اعظم عہد صحابہ سے لے کر آج تک کاربند رہا۔ان کو بیک جنبش قلم انھوں نے شرک و بدعت کے کھاتے میں ڈال دیا اور خود کو اور اپنے ہم نواؤں کو ہی صحیح مسلمان اور توحید کا تنہا اجارہ دار قرار دینے کی تحریک چلائی جس کے بتدریج منفی اثرات رونما ہوئے ہونے لگے۔اس طرح یہ تاریخی حقیقت بن گئی کہ ہندوستان میں وہابیت کے مورث اعلیٰ اسمٰعیل دہلوی ہوئے۔اس سلسلے میں ایک عالم ربانی حضرت مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

"ہندوستان میں وہابیت کا بیج مولوی اسمٰعیل نے بویا۔" (حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص ۵۴)

یہی حضرت فاروقی انہی دوسری کتاب "مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" میں رقم طراز ہیں:

"حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہتے ایک اہل سنت و جماعت، دوسرے شیعہ اب مولانا اسمٰعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، اور شاہ عبد القادر کے بھتیجے تھے۔ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ "ردالاشراک" ان کی نظر سے گذرا اور انھوں نے اردو میں "تقویۃ الایمان" لکھی۔اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا، ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا۔معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع

الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔" (مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص ۹۔۱۰)

تقویۃ الایمان کے مشمولات کی زہرنا کی کو محسوس کرتے ہوئے ایک فاضل دیوبند مولانا سید احمد رضا بجنوری قاسمی بھی چیخ اُٹھے وہ لکھتے ہیں:

"افسوس ہے اس کتاب "تقویۃ الایمان" کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد حنفی المسلک ہیں دو گروہ میں بٹ گئے ہیں۔" (انوار الباری جلد ۱۱ ص ۱۰۷، مولانا سید احمد رضا بجنوری قاسمی مطبوعہ ناشر العلوم بجنور) بحوالہ تعارف اہل سنت از یٰسین اختر مصباحی، ص ۶)

مشہور مقولہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کے مصداق خود اسمٰعیل دہلوی کو بھی اپنی کتاب کی ہولنا کی کا احساس ہوا لیکن بعد از خرابی بسیار، انہوں نے ایک جگہ یہ وضاحت کی ہے:

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کا جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔"

حکایات اولیا، ارواح ثلاثہ ص ۹۸ حکایت ۱۵۹ از اشرف علی تھانوی، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند۔ بحوالہ تعارف اہل سنت از یٰسین اختر مصباحی، ص ۵)

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد معاً یہ مشہور فقرہ بھی یاد آ گیا کہ:

ع — مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ایسی خطرناک اور ایمان سوز کتاب کو حلقہ دیوبند کے سرخیل جماعت اور پیشوا رشید احمد گنگوہی اپنے ساتھ میں رکھنا عین اسلام قرار دیتے ہیں۔ خود ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"........اور کتاب تقویۃ الایمان عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو بُرا کہتا ہے فاسق اور بدعتی ہے۔" (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ کامل، ص ۸)

اس غیر ذمہ دارانہ فتوے کا منفی اثر یہ ہوا کہ تمام اکابر دیوبند "تقویۃ الایمان"، توحید کی ترویج و اشاعت کے زعم میں منصب رسالت کے آداب اور تقاضوں کو بے دردی سے پامال کرتے چلے گئے اور یہ ہوش نہیں رہا کہ شان رسالت میں ادنی سی گستاخی و بے باکی بھی کفر صریح اور ایمان سوز ہے۔ اگر یہ احساس و شعور زندہ رہتا تو قاسم نانوتی سواد اعظم اہل سنت کے متفقہ عقیدۂ ختم نبوت پر یوں خط تنسیخ نہیں کھینچتے:

"سوعوام کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" (تحذیر الناس، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۳)

"اگر بالفرض! بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔" (تحذیر الناس، ص ۲۴)

اور مولانا اشرف علی تھانوی علم غیب رسول کو مجنوں، صبی اور بہائم سے تشبیہ دے کر انہی عاقبت کو یوں برباد نہیں کرتے:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں، جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان: از اشرف علی تھانوی، ص ۸، کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند)

اور یہ ہیں دیوبند کے دوسرے فرزند جلیل مولانا خلیل احمد انبیٹھوی جو اپنی کتاب "براہین قاطعہ" مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی میں، علم رسول اکرم ﷺ کا ابلیس لعین کے علم سے یوں شرمناک تقابل نہیں کرتے:

"الحاصل! غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کون سا حصہ ہے؟ کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کرے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" (براہین القاطعہ، ص ۵۵، از

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند)

شان رسالت میں بے ادبی کے تعلق سے اکابر علمائے دیوبند کی کتابوں میں مقامات آہ وفغاں اور بھی ہیں لیکن یہاں ان سب کا احاطہ مقصود نہیں کہ نمونے کو دیکھ کر ڈھیر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اب خدارا! ہمارے باشعور قارئین خود ہیں ایمان دارانہ فیصلہ فرمائیں کہ جن لوگوں کے ایسے باطل عقائد ونظریات ہوں وہ تو سرے سے مسلمان ہی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ ان کے سواد اعظم اہل میں باقی رہنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی نے بار بار انتہائی محبت ہمدردی اور عاجزی کے ساتھ ان علمائے دیوبند سے رجسٹرڈ خطوط لکھ کر درخواست کی کہ وہ اپنے گستاخانہ جملوں سے رجوع کر لیں لیکن ان لوگوں نے ایک نہیں سنی اور اپنے موقف ومسلک کی صحت پر تحریر وتقریر کے ذریعے اصرار کرتے رہے۔ میں اپنے نقطہ نظر کی صداقت وحقانیت پر اس لیے مسرور ومطمئن ہوں کہ اردو اور عربی کے ایک بڑے اسکالر، نامور محقق، عظیم دانشور اور مسلکی اعتبار سے بالکل غیر جانب دار مشاہدہ پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب مرحوم سابق صدر شعبہ عربی، دہلی یونیورسیٹی، دہلی شاہ وجیہ الدین احمد خان صاحب قادری مجددی رامپوری کی کتاب ''مسلک ارباب حق'' کے پیش لفظ میں مصنف کے نقطہ نظر سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے بڑے درد وکرب کے ساتھ لکھتے ہیں:

''مولانا شاہ وجیہ الدین احمد خان علیہ الرحمہ نے دیوبندی اور بریلوی دونوں مدرسہ ہائے فکر کے بارے میں متوازن اور معتدل رائے کا اظہار کیا ہے اور عام مسلمانوں کے لیے جو دین کی بنیادی کتابوں سے براہ راست اور گہری واقفیت نہیں رکھتے یہی مسلک اعتدال مناسب ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے دیوبندی کے بعض اکابر سے لغزشیں ہوئی ہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ان لغزشوں پر مدلل نکتہ چینیاں کی ہیں اور وقت نکتہ چیں وہ اکابر موجود تھے لیکن اپنے اقوال کی تفسیریں اور تعبیریں انھوں نے بیان کی ہیں، قول سے رجوع نہیں کیا۔ کاش یہ دیوبندی اکابر اپنے اقوال سے رجوع کر لیتے تو آج ہندوستان کا بہت بڑا اختلاف مٹ جاتا لیکن نہ اکابر نے رجوع کیا اور نہ اصاغر نے لغزش کا اقرار کیا نتیجے میں دیوبندی بریلوی محاذ قائم ہو گیا۔'' (پیش لفظ مسلک ارباب حق، ص ۳۵)

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں ان حضرات کی آنکھیں کھل جاتی چاہئیں جو علمائے اہل سنت اور علمائے دیوبند کے بنیادی اختلاف کو فروعی اختلافات پر محمول کرتے ہیں اور کچھ عامی اور عامی ذہن ومزاج کے لوگ تو اسے مولویوں کے درمیان حلوے مانڈے کا جھگڑا قرار دے کر اپنا پلہ جھاڑ لیتے ہیں۔ کاش ان لوگوں کو اپنے ایمان وعقیدے کی اہمیت اور اس کے تحفظ وسلامتی کا صحیح احساس ہوتا تو ایسی عامیانہ اور طفلانہ باتیں نہیں کرتے۔ علمائے دیوبند نے صاف صاف شان رسالت میں گستاخیاں کی ہیں جس کے ٹھوس شواہد پچھلے صفحات میں آ چکے ہیں اس لیے سواد اعظم اہلسنت وجماعت سے ان کا انسلاک باقی نہ رہا اور وہ علمائے سلف اور اخیار امت کی راہوں سے، بہت دور جا پڑے:

ترسم اے اعرابی کہ تو بہ کعبہ نہ رسی
کہ ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

علمائے اہل سنت یا بالفاظ دیگر بریلوی المسلک علماء اس لیے صدفی صد حق پر ہیں کہ ان کے عقیدہ ومسلک کی تائید وتصویب ہر قرن وصدی میں اہل سنت کے ممتاز ومایہ ناز علماء ومشائخ کی تحریروں سے ہوتی رہی ہے۔ مثال کے طور پر مسئلہ میلاد وقیام ہی کو لیا جائے جس کے جواز اور عدم جواز کے تعلق سے مسلم معاشرے میں شدید انتشار وافتراق پیدا ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب مستطاب ''اخبار الاخیار'' میں مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات کے تحت لکھتے ہیں:

''اے اللہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو تیرے دربار کے لائق ہو۔ کیوں کہ میرے تمام اعمال میں فساد نیت وکمئ عمل شریک ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ میلاد پاک کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا اور نہایت ہی عاجزی وخاکساری، محبت وخلوص کے ساتھ بڑے حبیب پاک پر درود وسلام بھیجتا رہا۔

اے اللہ وہ کون سا محل ومقام ہے جہاں میلاد مبارک سے زیادہ تیری خیر وبرکت اور کرم ورحمت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ لازماً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور

جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوسکتی۔'' (اخبار الاخیار اردو، ص ۵۲۴)

بعینہ یہی بات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی کہتے ہیں جو تمام اکابر علمائے دیوبند کے دینی پیشوا اور مرشد روحانی تھے اور جن کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا بھی مسلمانوں کے تمام حلقوں میں عام اعتراف ہے۔ ملاحظہ ہو ان کا ارشاد گرامی:

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔'' (فیصلہ ہفت مسئلہ، ص ۵، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

اب اس پر مسلک ارباب حق، کے مصنف محدث کبیر مولانا شاہ وحید الدین احمد خان صاحب کا یہ چشم کشاں تبصرہ ملاحظہ ہو:

''بڑا افسوس ہوتا ہے ان علما پر جو ایک طرف اپنے شجرۂ طریقت میں الٰہی بحرمت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر دعا مانگتے ہیں اور دوسری طرف ان کے عمل اور عقیدہ کو بدعت کہتے ہیں۔ اگر یہ عمل فی نفسہ ان کے نزدیک بدعت سیئہ ہے تو بدعت سیئہ قابل مذمت ہے لہٰذا حاجی صاحب موصوف بھی مبتدع ہوئے اور ان کی بیعت کرنا اور پھر ان کو مقرب بارگاہ سمجھنا اور ان کے وسیلہ سے دعا بھی کرنا سب ناجائز (العیاذ باللہ) کیوں کہ مبتدع قابل اہانت ہے نہ کہ قابل تعظیم ۔۔۔۔ تعجب ہوتا ہے اور علما پر کہ ان کے عمل کو بدعت بھی کہتے ہیں اور ان کی تعظیم بھی کرتے ہیں اور انھیں اپنا روحانی مقتدا وپیشوا بھی کہتے ہیں۔ (مسلک ارباب حق، ص ۳۲۵)

ان مندرجات کی روشنی میں حق آشکارا ہوگیا کہ وہ کس جماعت کے ساتھ ہے۔ محتاج وضاحت نہیں۔

اسی طرح مروجہ فاتحہ بھی علمائے اہل سنت اور علمائے دیوبند کے درمیان مختلف فیہ ہے اور موخر الذکر طبقے کے بعض کم علم اور کم فہ لوگ اس کو بھی شرک وبدعت کے خانے میں رکھ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں امام ربانی، مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا مسلک وموقف ان کے مکتوب کے حوالے سے ملاحظہ ہو:

فارسی مکتوب اردو ترجمہ بقلم منظور نعمانی فاضل دیوبند:

''اب سے چند سال پہلے فقیہ کا یہ طریقہ تھا کہ اگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی جگہ گوشہ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی اور حضرات حسنین کو شامل کیا کرتا تھا۔ ایک دن رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں میں سلام عرض کرتا ہوں اور آپ فقیر کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور رخ مبارک دوسری طرف کیے ہوئے ہیں۔ پھر اسی اثنا میں فقیر سے فرمایا کہ میں عائشہ کے گھر کھانا کھاتا ہوں جو مجھے کھلانا چاہے وہ عائشہ کے گھر بھیجے (اللہ اکبر) اس وقت فقیر کو معلوم ہوا کہ حضرت کی عدم توجہی کا باعث یہ ہے کہ میں حضرت صدیقہ کو ایصال ثواب میں شریک نہیں کرتا تھا اس کے بعد سے میں نہ صرف صدیقہ طاہرہ بلکہ باقی تمام ازواج مطہرات کو بھی کہ سب ہی اہل بیت نہیں شریک کرنے لگا اور سب سے توسل کرنے لگا۔''

(تذکرہ مجدد الف ثانی، مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی، دیوبند، ص ۲۰۲-۲۰۱)

اور اب اسی فاتحہ کے جواز کے تعلق سے امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی یہ شہادت ملاحظہ ہو۔ وہ اپنے والد گرامی شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ اتفاقاً خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں کچھ طعام پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کو نیاز دلواسکتا۔ لہٰذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوادی۔ اسی رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع واقسام کے طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کیے گئے۔ انتہائی خوشی ومسرت سے آپ نے وہ قبول فرمایا اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔''

(انفاس العارفین، از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۱۰۷-۱۰۶، مطبوعہ مکتبہ الفلاح، دیوبند)

اہل فکر ونظر ہی دیانت دارانہ فیصلہ فرمائیں کہ یہ علمائے دیوبند اپنے آپ کو فکر ولی اللٰہی کا علم بردار بھی کہتے ہیں اور ان کی فکر جمیل

سے اختلاف کرتے ہوئے فاتحہ کو ناجائز اور بدعت بھی کہتے ہیں:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مزارات اولیاء اللہ پر حاضری کا مسئلہ بھی علمائے دیوبند مختلف فیہ بنا کر رکھ دیا ہے اور ان میں سے بعض اس مسلک حق کا بھی خون کرتے نظر آتے ہیں کہ بزرگان دین اپنی اپنی قبروں مین زندہ نہیں بلکہ مٹی کے ڈھیر ہیں (معاذ اللہ) اور اب پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے یہ ایمان افروز واقعہ ملاحظہ ہو:

''والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ میں سید عبداللہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے ایک ایسے ساتھی کی رہنمائی میں گیا جوان کے جنازے میں شریک تھے لیکن اب وہ ان کی اصل قبر کو بھول گئے اور انھوں نے انداز سے ایک قبر کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہی سید صاحب کی قبر ہے۔ اب پورا واقعہ شاہ ولی اللہ کے لفظوں میں ملاحظہ ہو:

''میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا، میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر ادھر ہے لیکن جو کچھ شروع کر چکے ہوا سے وہاں ہی تمام کرلو اور اس کا ثواب اسی قبر والے کو بخشو۔ جلدی مت کرو۔ جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے انجام تک پہنچاؤ۔ یہ سن کر میں نے ساتھ سے کہا۔ اچھی طرح غور کرو، سید صاحب کی قبر وہی ہے جدھر تم نے اشارہ کیا یا میری پیٹھ کے پیچھے ہے تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا میں غلطی پر تھا۔ حضرت سید کی قبر تمہارے پیچھے ہے۔ میں اسی سمت ہو کر بیٹھا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعد قرأت کی رعایت نہ کر سکا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ پر تساہل سے کام لیا ہے۔ قرأت کے معاملے میں حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔'' (انفاس العارفین اردو، از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ۷۵)

ایک اور اہم مسئلہ علمائے اہل سنت اور علمائے دیوبند کے در میان سنگین اختلاف کا سبب بنا ہوا ہے۔ وہ انبیا اور اولیا سے استمداد اور استعانت کا مسئلہ ہے وہ آیت پاک ایاک نعبد وایاک نستعین، سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا بالکل شرک ہے۔ جب کہ علمائے اہل سنت اس کو قرآن پاک کی متعدد آیتوں اور احادیث طیبہ کے حوالے سے بالکل صحیح اور درست سمجھتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود ان کے دو بڑوں یعنی شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا شبیر حسین عثمانی کا بھی یہی عقیدہ ہے جو سواد اعظم اہل سنت کا ہے۔ وہ مذکورہ آیت پاک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرلے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔''

ترجمہ قرآن: مولانا محمود الحسن دیوبندی، تفسیر مولانا شبیر حسین عثمانی، مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس، سعودی عربیہ۔)

پتہ چلا کہ:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

یعنی انبیاء اولیا سے استعانت ظاہری بالکل جائز ہے کیونکہ ان سے مانگنا اللہ ہی سے مانگنا ہے۔ پھر بھی یہ لوگ اس مسئلے کو انتہائی بھیانک بنا کر علمائے اہل سنت کو مشرکانہ عقیدہ کا حامل قرار دیتے ہیں خود موحد اعظم بننے کا ڈھونگ رچاتے ہیں اسی ایک مثال سے علمائے دیوبند کی کم عقلی، ضد، ہٹ دھرمی اور خود فریبی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کے اور درجنوں مختلف فیہ مسائل ہیں سر دست جن سے بخوف طوالت صرف نظر کیا جاتا ہے۔

خلاصۂ گفتگو یہ کہ عصر حاضر میں مسلمانوں کا سواد اعظم وہی طبقہ ہے جو امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا محدث بریلوی کی فکر و تحقیق کا امین علم بردار ہوں۔ ساتھ ہی بزرگان کچھوچھہ مقدسہ، مارہرہ مطہرہ اور بدایوں شریف جیسے علمی و روحانی مراکز سے بھی گہری عقیدت اور وابستگی رکھتا ہو۔

Prof. Farooque Ahmad Siddiqui
Amrood Bagan, Jail Chowk ,
Candwara
Muzaffarpur (Bihar) 842001

❁❁❁

تحقیق و تنقید

سراواں کے فتویٰ کا آپریشن

■ حکیم الملت مفتی محمد ناظر اشرف قادری بریلوی
بانی دار العلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور

سراواں کا گمراہ کن فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی دیوبندی وہابی قربانی کے جانور میں اہل سنت بریلوی کے ساتھ شریک ہو تو قربانی کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ہر وہ شخص جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو اور ہماری طرح نماز ادا کرتا ہو، صراحتاً کسی بھی ضروریات دین کا انکار نہیں کرتا ہو وہ سب مسلمان ہیں ان میں سے کسی کو بھی قربانی کے جانور میں شریک جا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جہاں تک دیوبندی اور وہابی کی بات ہے ان کو زیادہ سے زیادہ بدعتی کہا جا سکتا ہے، ان دونوں گروہوں کے علما یا عوام کی بالعموم تکفیر نہیں کی گئی ہے، ہاں ان کے بعض علما کی بعض تعبیرات پر علمانے گرفت کی ہے، بعض نے ان عبارتوں کی وجہ سے تکفیر بھی کی ہے لیکن اب وہ افراد ہمارے درمیان نہیں رہے۔ جو علما یا عوام موجود ہیں وہ ان عبارتوں کی تاویل کرتے ہیں اور ان عبارتوں سے جو عقائد بطور لزوم ثابت ہوتے ہیں ان کا انکار کرتے ہیں، ایسے میں ان کا وہی حکم ہے جو فلسفی نصیر الدین طوسی رافضی کا ہے، فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> ''طوسی کا رفض حد کفر نہ تھا بلکہ اس نے حتیٰ الامکان اپنے اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں، اور نہ بن پڑی تو منکر ہو گیا اور اس کی ایسی توجیہ گناہ ضرور ہے اور منطقی فلسفی شراح ومحشین معصوم نہیں جہاں جہاں اس نے خلاف اہلسنت کیا ہے اس کا رد کر دیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱ صفحہ ۲۲۰ رمسئلہ نمبر ۷۴)

علمائے اہل سنت (بریلوی) پر جو الزام ہے کہ وہ تمام دیوبندی اور وہابی کی تکفیر کرتے ہیں، یہ الزام درست نہیں

چنانچہ غزالی زماں کے لقب سے معروف علامہ احمد سعید کاظمی ۱۹۴۶ء میں اپنی مرتب کردہ کتاب الحق المبین میں ''ہمارا مسلک'' کے زیر عنوان اس الزام کی وضاحت کر چکے ہیں علامہ کاظمی لکھتے ہیں:

> ''مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا کہ جو شخص بھی کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کر لے گا تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے۔ خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی۔ اس بارے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اس کا طلب یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمہ کفر بولا تو ساری لیگ کافر ہو گئی، یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔'' (الحق المبین، ص ۵۲)

معروف بریلوی عالم دین مولانا یٰسین اختر مصباحی اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

یہ نکتہ یہاں ذہن نشیں رہے کہ دیوبندی وغیر مقلد حضرات کو بلا التزام کفر کے محض ان کی مخصوص جماعت کا ایک جز اور فرد ہونے کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جا سکتی۔ ہاں! ایسی جماعتوں کے افراد کی تکفیر واجب ہے۔ جن کے کل اور مجموعہ پر حکم تکفیر ہو، جیسے قادیانی وبہائی وغیرہ۔

زید اگر مدعی اسلام ہے اور وہ کسی ایسی جماعت اور فرقہ کا فرد نہیں

جس کے کل اور مجموعہ پر حکم تکفیر ہو، جیسے قادیانی و بہائی وغیرہ، تو ایسی صورت میں اس کی تکفیر صرف اس بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے کسی قول یا عمل سے ضروریات دین یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے۔ کسی کا محض قاسمی یا مظاہری یا ندوی یا غیر مقلد ہونا سبب تکفیر نہیں، تاوقتیکہ اس سے کسی کفر کا التزام اور ثبوت شرعی متحقق نہ ہو جائے۔ (تکفیر غلط فہمی کا ازالہ، یٰسین اختر مصباحی، مشمولہ اہل قبلہ کی تکفیر، ص: ۵،۶)

لہٰذا جب تک کسی دیوبندی یا وہابی سے شخصی طور سے کفر صریحی التزامی ثابت نہ ہو اس وقت تک وہ مسلمان ہی ہے۔ اور اس کا قربانی کے جانور میں اہل سنت بریلوی کے ساتھ شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ ان مسائل کو بے جا ہوا دینا اور شدت اختیار کرنا اہل اسلام کے حق میں مضر ہے، اللہ مسلمانوں کو امن امان کے ساتھ قائم رکھے اور انتشار وافتراق کی راہ چھوڑ کر اتحاد واتفاق پر گامزن رکھے۔ آمین

محمد رحمت علی مصباحی چشتی قادری

جواب الجواب
قربانی کے جانور میں وہابی اور دیوبندی کی شرکت سے قربانی باطل ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

اگر کوئی دیوبندی وہابی قربانی کے جانور میں اہل سنت بریلوی کے ساتھ شریک ہو تو قربانی کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: جاوید عالم ناگپور

الجواب اللّٰھم ہدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں اگر کوئی دیوبندی اور وہابی قربانی کے جانور میں اہلسنت بریلوی کے ساتھ شریک ہو تو شرکاء میں سے جو جو سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں ان میں سے کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ کیونکہ قربانی میں تقرب الی اللہ کی نیت ضروری ہے۔ دیوبندی اور وہابی تقرب الی اللہ کی نیت بھی کرے تو وہ شرعاً کفر وارتداد کی وجہ سے معتبر نہیں۔ اور بعض مولویوں کا یہ کہنا کہ ''جہاں تک دیوبندی اور وہابی کی بات ہے ان کو زیادہ سے زیادہ بدعتی کہا جا سکتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی شخص بھی اگر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کی قربانی کے جانور کے حصہ میں شریک ہو جائے تو حرج نہیں ہے۔ رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیطن۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۶۵۴ / وتوضیح علی التنقیح مع التلویح باب الاھلیۃ ج ۲ ص ۲۳۷ / پر صاف صاف فرمایا ''لان المبتدع وان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار'' یعنی اعتقاد میں بدعتی اگر چہ اہل قبلہ سے ہے لیکن امت اجابت سے نہیں۔ بلکہ وہ مثل کفار امت دعوت میں سے ہے۔ تو یہ خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ، دیوبندیہ، رافضیہ، غیر مقلدین امت اجابت سے نہیں۔ اور کافر اصلی بھی امت اجابت سے نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ دیوبندی اور وہابی قربانی کے جانور میں شریک ہو جائے تو قربانی میں حرج واقع نہ ہو؟ اور کافر اصلی شریک ہو جائے تو ذبیحہ مردار ہو جائے؟ یا للعجب۔

جس شخص کے سر میں دماغ اور دماغ میں ادنیٰ سا عقل کا جلوہ، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا کچھ بھی حصہ ہوگا، وہ یہی کہے گا کہ ایسا فتویٰ دینے والا مولوی مجنوں کی بڑ ہانک رہا ہے۔ اور آگے اپنے غیر عارفانہ فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ ''ان دونوں گروہوں کے علماء یا عوام کی بالعموم تکفیر نہیں کی گئی ہے'' جب کہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۹۰ / پر ہے ''طوائف مذکورین وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کے مصداق بالیقین اور قطعاً ویقیناً کفار ومرتدین ہیں ان میں ایک آدھ اگر چہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے۔ جیسے اسمٰعیل دہلوی مگر اب اتباع واذناب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں جو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہو الخ۔

اسی جلد کے صفحہ ۱۰۴ / پر ہے ان ھولاء الفرق الواقعین فی السوال غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعہ کخلیل الانبتھی واشرف علی وغیرھم لا شبھۃ فی کفرھم بلا مجال بل لا شبھۃ فی من شک بل فی من توقف فی کفرھم بحال من الاحوال'' یعنی بیشک یہ طائفے (گروہ) الخ

اور اسی جلد کے صفحہ ۱۰۵ / پر ہے ''وبالجملۃ ھولاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین الخ'' یعنی اور حاصل کلام وہ تمام گروہ الخ

اسی جلد کے ص ۳۳۳ / پر ہے ''بلا شبہ طائفہ تالفہ غیر مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار ومرتدین جن پر بوجوہ کثیرہ لزوم کفر بین مبین۔

متذکرہ بالا حوالیجات نے اس مولوی کی آنکھیں کھول دیں اب ٹکٹی باندھ کر ان عبارتوں کو دیکھتے رہیں، کہ ان دونوں گروہوں کے علماء یا عوام کی بالعموم تکفیر کی گئی ہے یا نہیں؟

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابتدأ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان''، ''صراط مستقیم'' وغیرہ اور مولوی اشرف علی تھانوی کی ''حفظ الایمان'' اور مولوی رشید احمد و خلیل احمد کی ''براہین قاطعہ'' اور مولوی قاسم نانوتوی کی ''تحذیر الناس'' کی کفریہ عبارتوں کا بہت کم علماء کو علم تھا اور جب ۱۳۲۴ھ میں علمائے حرمین شریفین کے فتاوے ''حسام الحرمین'' کے نام سے پورے ملک میں چھپ کر طشت از بام ہوگئی اور اس کے بعد ''الصوارم الہندیہ'' میں علمائے اہل سنن کی تصدیقات طبع ہوکر قدیم ہندوستان کے تمام شہروں، قریوں میں پھیل گئیں۔ تو قریٰ وبلاد کے ساکنان، صحاریٰ وجبال، تلال واکناف انہار وبحار کے اہالی وسکان میں سے ہر کس وناکس کو اکابر علمائے دیوبند کے کفر وارتداد کا مطلق علم ہوگیا۔ جس کے باعث مناظرے، مجادلے، مکابرے، اور مشاجرات کے بازار گرم ہوتے رہے۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کا نرا جنگلی نہ ہو تو وہ بھی اتنا جانتا ہے کہ ہم یا نبی سلام علیک پڑھنے والے سنی ہیں اور جو لوگ یا نبی سلام علیک فاتحہ ودرود واعراس بزرگان دین کے منکرین ہیں وہ دیوبندی یا غیر مقلد ہیں۔ اور آج شوشل میڈیا کی دنیا نے توصوفی ازم یعنی سنی بریلوی اور ٹیرر ازم یعنی وہابی اور دیوبندی کے نام اور بعض عقائد ومراسم کی پہچان کو ہندو مسلم، سکھ عیسائی اور یہودی وصابی تک شناخت کرادی ہے۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۶۵ ر پر ہے کہ دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور شفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' جو ان کے اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور ان کی حالت کفر وضلال اور ان کے کفری وملعون اقوال طشت از بام ہوگئے کہ ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو ان کی حالت سے آگاہ ہے''

اس کے باوجود آج کوئی ایسا دیوبندی اور وہابی نہیں جو طواغیت خمسہ کو مسلمان وپیشوانہ مانتا ہو۔ لہذا قربانی کے جانور میں کسی بھی دیوبندی اور وہابی کی شرکت جائز نہیں۔ اور اگر کسی سنی نے شریک کر لیا تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔ اور وہ جانور مثل مردار حرام ہوگا۔

مزید لکھتے ہیں کہ

''جو علماء یا عوام موجود ہیں وہ ان عبارتوں کی تاویل کرتے ہیں اور ان عبارتوں سے جو عقائد بطور لزوم ثابت ہوتے ہیں ان کا انکار کرتے ہیں''

جب کہ طواغیت خمسہ نے خود اقرار کیا کہ وہ سب ہماری ہی عبارتیں ہیں۔ اور ان کے اتباع واذناب آج بھی مقر ہیں کہ وہ ہمارے اکابر ہی کی عبارتیں ہیں۔ جیسا کہ حفظ الایمان کی عبارت کا مولوی اشرف علی تھانوی نے ''بسط البنان'' کے آغاز میں انکار کیا اور اخیر میں خود اقراری مجرم ثابت ہوگئے۔ اور مولوی اشرف علی تھانوی کے علاوہ نہ کسی نے اپنے کفر وارتدادی تحریر کا انکار کیا اور نہ ہی کوئی تاویل پیش کی۔ کیونکہ حفظ الایمان سمیت تمام کتابوں کی عبارتیں کفر وارتداد میں صریح تر ہیں۔ جس میں نہ تاویل قریب کی گنجائش اور نہ ہی تاویل بعید کی مجال۔ اور تاویل متعذر تو خود متعذر، کہ درحقیقت وہ تاویل نہیں بلکہ تحویل ہے۔ آنجناب کفر التزامی اور لزومی کے فرق سے ناآشنا ہیں۔ طواغیت اربعہ کی جو جو عبارتیں کفر التزامی کے لئے متعین ومتیقن ہیں۔ جس میں شبہ وریب کی کوئی گنجائش اور نہ کوئی جائے توقف، ان عبارتوں کو آپ لزومی کہہ رہے ہیں؟ واحسرتا!

اور ان کے انکار کیلئے کوشاں ہیں مثلاً چور چوری کرے اور شہادت شرعیہ سے سارق ہونا ثابت ہو جائے اور قید خانہ میں سزا بھگتنے کیلئے ڈال دیا جائے اور آنجناب زمانہ دراز کے بعد چور کی صفائی میں انکار کریں تو اس انکار سے کیا حاصل؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ آنجناب بھی اسی زمرے میں شامل۔ اور یہ ہے حکم شرع سے ثمرۂ غافل۔

اور دلیل میں فتاویٰ رضویہ سے اپنے مدعیٰ پر ایک غیر منطبق حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ جس کا مقیس ومقیس علیہ میں عدم تطابق اظہر من الشّمس وابین من الامس ہے، یہاں تک کہ مبادیات علم کلام کے طلاب پر حجابات خفا میں بھی نہیں بلکہ ان کے لئے بھی اجلیٰ من البدیہات سے ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ طوسی کا رفض حد کفر نہ تھا۔ بلکہ اس نے حتی الامکان اپنے اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں اور نہ بن

پڑا تو وہ منکر ہوگیا۔ اوراس کی ایسی توجیہ گناہ ضرور ہے۔ اور منطق فلسفی شراح ومحشین معصوم نہیں جہاں جہاں اس نے خلاف اہلسنت کیا ہے۔ اس کا رد کر دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۲۱ رنمبر ۷۴)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ طوسی کا رفض حد کفر نہ تھا۔ لیکن مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی قاسم نانتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا کفر وارتداد حد کفر تک ہے۔ فافترقا بینھما

اوران طواغیت اربعہ کا کفر لزومی نہیں، بلکہ کفر کلامی میں متبین ومتقین ومتعین ہے۔ طوسی نے حتیٰ الامکان اپنے اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں۔ تو کیا مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن کفر صریح وارتداد قبیح کی حتیٰ الامکان خود تاویلات کیں؟ اگر کسی چیلے چپاٹے نے تاویل بھی کی تو وہ تاویل غیر ناشی عن القول وباطل قرار پائی۔ کیونکہ دوسری کتابوں کی عبارتوں کی طرح حفظ الایمان کی عبارت بھی غیر محتمل التاویل تھی اور اگر طوسی کی طرح آنجناب سے کوئی تاویل نہ بن پڑی، تو آنجناب بھی منکر ہوجائیں گے۔ مگر دیوبند سے وہ تمام کفریہ کتابیں آج بھی چھپ رہی ہیں۔ مناظرے ہوتے آئے اور ہو رہے ہیں۔ تو پھر آپ کیا کریں گے۔ یہی کہ وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین کے مصداق بن جائیں گے؟ "منطقی فلسفی شراح ومحشین معصوم نہیں، جہاں جہاں اس نے خلاف اہلسنت کیا اس کا رد کر دیا گیا" تو کیا مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ معصوم ہیں؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جہاں جہاں جن جن کفری عبارتوں کا علم ہولیا۔ ان کا رد بلیغ کر دیا گیا۔ اذا کان الغراب دلیل قوم۔۔۔ سیھدیھم طریق الھالکینا۔ یعنی جب کسی قوم کا رہنما کوّا ہو تو وہ انہیں ہلاکت کی راہ چلائے گا۔ یہی حال آنجناب کا بھی ہے۔

غزالی دوراں علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمہ نے اپنی مرتب کردہ کتاب الحق المبین میں لکھا ہے:

"مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کریگا تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے، خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی اس بارے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمہ کفر بولا تو ساری لیگ کافر ہوگئی یا ایک ندوی نے ایک التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہوگئے۔"

غزالی دوراں کا یہ فرمان بالکل حق وصواب ہے۔ اور آگے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "ہم اور ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا ہے کہ ہم کسی دیوبندی یا لکھنووالے کو کافر نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک صرف وہی لوگ کافر ہیں جنہوں نے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ومحبوبان ایزدی کی شان میں صریح گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے انہوں نے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی۔ نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں اور گستاخیاں کرنے والوں کو مومن، اہل حق، اپنا مقتداء اور پیشوا مانتے ہیں اور بس۔۔۔۔۔

جس کا مطلب یہ ہوا وہ شخص جس نے کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرلیا اور پھر اس ملتزم کفر کو زید وعمر وبکر وغیرہ ہم نے اپنا مطاع وفرمانروا وامام وپیشوا مان لیا۔ تو جتنے بھی افراد اس کی تکفیر التزامی پر مطلع ہو کر اسے امام وپیشوا مانیں گے۔ وہ سب بھی کافر ومرتد قرار دیئے جائیں گے، اور جو لوگ اس کفر التزامی کے مرتکب کے کفر وارتداد پر شک یا توقف بھی کریں گے۔ وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہوں گے۔ یا وہ انپڑھ شخص جو صرف اتنا جانتا ہے، کہ فلاں شخص نے خدا اور رسول خدا جل علا وصلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں توہین آمیز کلمات بکا ہے یا لکھا ہے اور وہ انپڑھ شخص کفر التزامی کے مرتکب کو کافر نہیں سمجھتا۔ تو اسے سمجھایا جائے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر ص ۳۱۳ پر ہے

"ہاں اگر واقع میں کوئی نووار، دیا نرا جاہل، یا ناواقف، ایسا ہو جس کے کان تک یہ آوازیں نہ گئیں اور وہ بوجہ ناواقفی محض انہیں کافر نہ سمجھا تو اس وقت تک معذور ہے جب تک سمجھانے سے فوراً حق قبول کر لے"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سمجھانے پر اگر فوراً حق قبول نہیں کرتا تو وہ بھی معذور نہیں۔ اسکا ذبیحہ بھی درست نہیں۔ اور اسے قربانی کے جانور میں شریک کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۵۲ پر ہے "لھذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی کتابی کافر سے قربانی کا جانور ذبح کرانا مکروہ ہے اگرچہ کتابی کا ذبیحہ جائز ہے۔ (مگر آج کل کے کتابی بھی عموماً مرتدین

ہیں اس سے احتراز اشد لازم ہے) تنویر الابصار کتاب الذبائح ص ۲۰۹ رمیں ہے "کرہ ذبح الکتابی" ردالمحتار ج ۵ ر ص ۲۰۸ ر میں ہے "لانها قربة و لا ینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین" جب کتابی کا عام ذبیحہ جائز اور گوشت کھانا حلال۔لیکن قربانی کے جانور میں تقرب الی اللہ اصلاً نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوئی۔ تو وہابی اور دیوبندی کا ذبیحہ جب مثل مردار ہے تو قربانی کے جانور میں اس کی شرکت کیونکر جائز ہوسکتی ہے؟

فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۳۲ پر ہے

"دیوبندی کا ذبیحہ مردار ہے، اور دیوبندی کا بھیجا ہوا گوشت اگرچہ مسلمان کالایا ہوا ہو مردار ہے"

اسی صفحہ پر یہ بھی ہے کہ:

"وہابی رافضی قادیانی وغیرہم جن جن کی گمرہی حد کفر تک ہے، ان کا ذبیحہ مردار ہے۔"

اسی صفحہ پر یہ بھی ہے کہ "وہابیہ رافضیہ کا ذبیحہ مردار ہے"

اور غیر مقلدین وہابیہ جس کو بہار و بنگال کے بعض علاقے میں بھٹیا کہتے ہیں۔ان لوگوں کا ذبیحہ بھی حلال نہیں مثل مردار حرام ہے۔ نیز ذبیحہ کا حلال ہونا نہ ہونا حکم فقہی ہے۔لہذا جمہور فقہاء کرام کے طور پر ان تمام فرقوں کے کسی بھی فرد کو قربانی کے جانور میں شریک کرنے سے کسی بھی سنی صحیح العقیدہ شخص کی قربانی نہ ہوگی اور اس جانور کے گوشت کا کھانا مردار جانور کے گوشت کھانے کی طرح ہوگا۔ کیونکہ قربانی صرف اراقۃ الدم کا نام نہیں بلکہ خون بہا کر تقرب الی اللہ مقصود ہے۔اور وہابی، دیوبندی یا رافضی وغیرہم کی شرکت سے قربت و انابت مفقود ہے۔لہذا ایسا دیوبندی یا وہابی جو مولوی اسمعیل دہلوی یا اکابر علمائے دیوبند مولوی قاسم نانتوی، مولوی اشرفعلی تھانوی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو مسلمان جانتا اور مسلمانوں کا رہبر اور پیشوا مانتا ہے تو ان تمام لوگوں کو کوئی بھی سنی صحیح العقیدہ مسلمان اپنی قربانی میں ہرگز ہرگز شریک نہ کریں ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب علمہ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم الافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت کلمنا نا گپور مہاراشٹر

❁❁❁

القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

کی معلوماتی حسین اور روحانی پیش کش

کرامات خانوادہ رضا

عرس رضوی ۲۰۱۹ میں منظر عام پہ

اس کتاب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ❁ حضور حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا قدس سرہ ❁ حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قدس سرہ ❁ حضور مفسر اعظم ہند علامہ شاہ ابراہیم رضا جیلانی میاں قدس سرہ ❁ حضرت علامہ شاہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں ❁ تاج الشریعہ علامہ شاہ محمد اختر رضا خاں ازہری میاں ❁ امین شریعت حضرت علامہ شاہ سبطین رضا خاں ❁ صدر العلما علامہ شاہ تحسین رضا خاں ❁ قمر العلما حضرت مولانا ڈاکٹر محمد قمر رضا خاں علیہم الرحمہ والرضوان کے مختصر حالات اور ان کی کرامات کو اکٹھا کیا گیا اور سلیقہ سے سجایا گیا ہے۔

یہ کتاب مقررین شعرا اور عوام الناس کے لئے یکساں مفید ہے

خواہش مند حضرات بریلی شریف کے تمام مشہور مکتبہ سے حاصل کرسکتے ہیں۔ڈاک سے منگوانے کے لئے رابطہ کریں

رابطہ نمبر

۶۲۰۶۲۷۶۲۴۱ / ۹۰۰۶۴۲۸۶۸۶ / ۹۸۳۵۴۲۳۴۳۴

Email. amjadrazaamjad@gmail.com

سحبان الہند اور مسلک اعلیٰ حضرت

فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی
بانی جامعہ نوریہ: شام پور رائے گنج بنگال

اُتّر پردیس کے شہر غازی پور کی سرزمین وہ ہے، جہاں کی خاک سے حضرت آسی علیہ الرحمۃ کا خمیر اُٹھا تھا اور جہاں کی خاک میں آج بھی آپ آسودہ ہیں، سحبان ہند حضرت مولانا ابوالوفا فصیحی کا تعلق بھی اسی شہر غازی پور کی سرزمین سے ہے۔

آپ ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے اور دینی ہی ماحول میں پرورش ہوئی، باصلاحیت اساتذہ سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں اور مروجہ نصاب کی تعلیم سے فراغت پاکر میدان عمل میں آئے تو زبان وقلم دونوں کا جوہر ساتھ ہی کھلا۔ نظم کہنی شروع کی تو:

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا
حرم والو! مبارک ہو دیارِ قدس میں رہنا
مگر ہم کو دیارِ سرورِ عالم پسند آیا

جیسے نعتیہ اشعار بیاض میں جمع ہونے لگے۔ میلاد پاک کے عنوان پر تقریر فرمائی تو نیاز فتح پوری جیسے نقاد کو کہنا پڑا: کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے۔'' مضامین ومقالات منظر عام پر آئے تو معاصرین واکابر سب نے متفقہ طور پر ''سحبان الہند'' کے خطاب سے نوازا۔

سحبان ہند مولانا ابوالوفا فصیحی صرف شاعر یا خطیب ومقالہ نگار نہیں تھے۔ وہ ایک طرف دن کے اجالے میں بدمذہبوں کے بالمقابل شیر حق تھے۔ چنانچہ: چھوٹا ناگپور کے علاقہ ہزاری باغ میں دیوبندیوں سے اس موضوع پر مناظرہ ہو رہا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب کی دولت سے نوازا ہے یا نہیں؟ علمائے اہل سنت کو قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں یہ ثابت کرنا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مسلک:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو **مَاکَانَ وَمَایَکُون** کا علم عطا فرمایا ہے۔ اور دیوبندی علما نے اس کے **علی الرَّغم** یہ ثابت کرنے کا ذمہ لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے **مَاکَانَ وَمَایَکُون** تو ایک طرف، صرف پوری روئے زمین کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ البتہ شیطان کو پوری روئے زمین کا علم ہے اور اس کا ثبوت نصوص قطعیہ سے ہے۔ مناظرہ کی پہلی تقریر میں سُنّی مناظر نے قرآن کی چند آیتوں، متعدد حدیثوں اور اقوال ائمہ سے اپنے دعوے کا ثبوت پیش فرمایا۔ اب دیوبندی مناظر کی باری آئی اور وہ اپنے مدعا پر تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو من جانب اللہ زبان گنگ ہوگئی، تقریباً پانچ منٹ تک گُم صُم کھڑے کے کھڑے ہی رہ گئے، ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکے۔ اتفاق کہ مناظرہ کے دن ہندؤں کی دیوالی تھی۔ سحبان ہند شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے اور برجستہ فرمایا:

اللہ رے کس شیر سے اب پڑ گیا پالا
ہندو کی دیوالی ہے وہابی کا دیوالا

تو دوسری طرف وہ رات کی تاریکی میں ملّت کی سرخروئی کے لئے خدا کی بارگاہ میں سجود نیاز لٹانے اور رو رو کر دعا کرنے والے فقیر بھی تھے۔ موصوف کی دعا کے یہ رقت انگیز اشعار ملاحظہ فرمائیے:

عزم شبّیر دے، شانِ علی اکبر دیدے
حوصلہ بخش دے اُمّت کو، کہ یہ سر دیدے
دست و بازو ہوئے شَل، اپنی حمایت دیدے
اہلِ باطل سے نپٹ لینے کی ہمّت دیدے
غمِ ایّام کے انگیز کی طاقت دیدے
یہ نہ دینا ہو تو پھر جام شہادت دیدے

مسلک کے تعلق سے سحبانِ ہند حضرت مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ وہ خدمات جلیلہ تھیں جن کی بنیاد پر وہ مدتوں ''آل انڈیا مسلم متّحدہ محاذ'' کے نائب صدر، اور ''کل ہند جماعت رضائے مصطفی'' کے جنرل سکریٹری رہے۔

سحبان ہند کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور آپ کے مسلک سے اس قدر والہانہ لگاؤ تھا کہ عموماً ہر سال عرس رضوی میں شرکت کرتے، تقریر فرماتے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہِ بلند پائیگاہ میں عقیدتوں کا خراج بھی پیش کرتے:

یہ بریلی نہیں، ایمان کا مسکن ہے یہاں
عاشقِ سید ابرار کا مدفن ہے یہاں
اک نئی رُت ہے یہاں، علم کا گلشن ہے یہاں
بھیگی بھیگی ہے فضا، عشق کا ساون ہے یہاں

سحبان ہند نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کرتے ہوئے بدمذہبوں کی نقاب کشائی جس انداز سے فرمائی ہے، ذرا وہ بھی ملاحظہ کیجیے:

فکر امروز نے پیدا کیا عنوان نیا
عہد ماضی سے بغاوت کا ہے سامان نیا
علم و تحقیق کے پردے میں ہے بطلان نیا
وقت کی کوکھ سے نکلا ہے مسلمان نیا
ہے یہ انکار احادیث و سیَرُ کا فتنہ
کہیں پھیلا ہوا تمثیلِ بشر کا فتنہ
روضۂ سیدِ عالم کو صنم کہتے ہیں
علم نبوی کو یہ شیطان سے کم کہتے ہیں
کیا بتائیں تمھیں کیا اہلِ ستم کہتے ہیں
جب بھی کہتے ہیں کوئی کلمۂ ذم کہتے ہیں
''الجمعیۃ'' نے تو اک لفظ نیا لکھا ہے
شیخِ دیو بند کو ہیہات خدا لکھا ہے

اور تبلیغی جماعت کا تعارُف خود جماعت کے لوگوں کی زبانی، پھر اس پر تنقید ملاحظہ فرمائیے:

رقبۂ کفر میں تبلیغ سے خالی ہیں ہم
کلمہ خواں طبقے سے کلمہ کے سوالی ہیں ہم
جان لو! وقت کے شبلی و غزالی ہیں ہم
کھاتے پیتے بھی نہیں جسم مثالی ہیں ہم
حلقہ باندھے ہوئے یہ غول کے غول آئے ہیں
خدمت دیں کا بجاتے ہوئے ڈھول آئے ہیں
کلمہ پڑھتے ہوئے آئے ہیں نمازی بندے
دین ہی دین نظر آتے ہیں ان کے دھندے
رُوٹیاں لیتے ہیں ہم سے نہ اندے چندے
ہاں! مگر ان کے خیالات ہیں گندے گندے

سحبان ہند نے یہ اشعار تاجدار اہل سنّت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم کے سامنے پڑھے، تو آپ نے خوش ہو کر اس وقت کے پچاس روپے جو آج کے پانچ ہزار سے کسی طرح کم نہیں ہوں گے، حضرت سحبان ہند کو عطا فرمائے۔ گویا:

اس طرف سے یہی آتی تھی صدا زندہ باد
اہل سنّت کی جماعت کا وفا زندہ باد

□□□

امام احمد رضا اور اصلاح امت

مفتی مبشر رضا رضوی

مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ سرزمین ہندوستان کی ایک عظیم انقلاب آفریں اور متنوع شخصیت کا نام ہے، آپ نے جس خانوادہ میں آنکھیں کھولیں وہ خانوادہ خاندانی شرافت ووجاہت ، دینی شان وشوکت، سماجی عزت وعظمت، اخلاقی اقتدار ومنزلت اور دنیاوی اثر ورسوخ کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں، امام العلما مفتی رضا علی خان اسی عظیم وجلیل خانوادہ کے وہ بطل جلیل ہیں جنہوں نے اپنی علمی وفکری، دینی ومذہبی اور اخلاقی وسماجی خدمات سے ایک عالم کو سیراب کیا، وطن عزیز ہندوستان کو انگریزی سرکار کی غلامی سے چھڑانے کے لیے اہلیان وطن کے اندر آزادی کی روح پھونکنے والوں میں آپ کا نام سرفہرست آتا ہے، امام المتکلمین مفتی نقی علی خان قادری آپ ہی کے فرزند سعید تھے، آپ اپنے وقت کے کہنہ مشق مفتی، نکتہ سنج فقیہ، عظیم محقق اور کثیر علوم وفنون کے بحر ناپید کنار اور عظیم شاہکار تھے آپ کی بافیض درسگاہ سے سیکڑوں تشنگان علوم وفنون نے اپنی علمی سیرابی حاصل کی، آپ کے فیض یافتگان میں اپنے اپنے وقت کے بڑے فقہا ومحدثین کے اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ اسی علمی ودینی خانوادہ کے چشم وچراغ تھے، اللہ عزوجل نے آپ کو حیرت انگیز ذہانت وفطانت اور کمال فضل وتقویٰ عطا فرمایا تھا، آپ خداداد صلاحیت ولیاقت سے ۵۵ سے زائد علوم وفنون پر نہ صرف کامل عبور رکھتے تھے بلکہ بہت سے علوم وفنون میں آپ کو موجد ہونے کا درجہ حاصل تھا، آپ نے زندگی کا ہر ہر لمحہ شریعت محمدیہ کی احیا وتبلیغ میں صرف فرمایا، آپ کی کثیر دینی وعلمی کارناموں، احیاء دین وملت، ناقابل تسخیر مقبولیت اور وہبی علوم وفنون میں مہارت وحذاقت کو دیکھ کر حل وحرم، عرب وعجم اور ہند وسندھ کے اکابر علما ومحققین نے بالاتفاق چودہویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا، لاریب آپ نے جو تجدیدی کارنامے انجام دیے رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔

آپ نے جہاں بدمذہبوں کے رد وابطال اور گستاخان خدا ورسول کو کیفر کردار تک پہونچانے کے لیے مناظروں کی ٹیم تشکیل دی، شرعی مسائل حل کرنے کے لیے فقہا کی کھیپ تیار کی اور امت مسلمہ تک دین وسنیت کا پیغام عام کرنے کے لیے داعیان اسلام پیدا کیا وہیں بذات خود مسند رشد وہدایت پر متمکن ہو کر پوری دنیا کے لوگوں کو دین وسنیت کا پیغام عام کیا، آپ کی تصنیفات وتالیفات اور آپ کے اقوال وفرامین میں اصلاح امت کی روشن تعلیمات اور پاکیزہ ہدایات بخوبی پائی جاتی ہیں، آپ کی تحریرات کو پڑھ کر ایک منصف مزاج، عدل پرور اور عدل پسند آدمی یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اصلاح امت کے حوالے سے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، یقینا کفر والحاد، فسق وفجور اور ضلالت وگمرہی کے زمانے میں بے خوف لومۃ لائم آپ کا قلم ہر گھڑی سیال رہا اور فرزندان اسلام کی اصلاح فرما کر انہیں شاہراہ ترقی پر لا کر کھڑا کر دیا، ذیل میں آپ کی تصنیفات اور تالیفات اور اقوال وفرمودات سے ''اصلاح امت'' کے تحت چند حوالہ جات اور

اقتباسات بطور نمونہ قارئین کی نذر ہیں۔

پیر کے سامنے بے پردہ ہونا:

اسلام میں پردے کی بڑی اہمیت ہے، پردہ خواتین اسلام کی ضرورت بھی ہے اور حسن بھی، بلا وجہ شرعی اپنی ستر کسی کے سامنے کھولنی سخت حرام ہے، اور اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت کا باعث ہے، اور ستر پوشی فرض۔لیکن آج کل کچھ ایسے جہلا پیر ہیں جو شریعت و طریقت کو الگ بتا کر اپنی جیب بھرتے اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کرتے نظر آتے ہیں۔ جو دوشیزاؤں اور عورتوں کو تنہائیوں میں بلا کر خدمتیں کرواتے ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے پیر کے سامنے بے پردہ ہونے کا سوال آیا تو آپ نے فرمایا:

''پردہ کے باب میں پیر اور غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے''فی الدر المختار تمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین رجال لخوف الفتنة،، اسی میں ہے''اما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی'' اور بڑھیا کے لیے جس سے احتمال فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں فیه ایضا اما العجوز التی لاتشتهی فلا بأس بمصافحتها و مس یدها ان امن،، مگر ایسے خاندان کی نہ ہو جس کا یوں بھی سامنے آنا اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار یا خود اس کے واسطے وجہ انگشت نمائی ہو فانا قد امرنا ان ننزل الناس منازلهم کما فی حدیث ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنها و فی حدیث مرفوع: ایاک و مایسوء الاذن خصوصاً جب کہ اس کے سبب جانب اقربا سے احتمال ثوران فساد ہو فان الفتنة اکبر من القتل،،۔(فتاویٰ رضویہ ۹/ ۱۰۲)

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا:

بعض علاقوں میں لوگ اتنا مہر مقرر کرتے ہیں کہ کبھی ادا کرنے کا تصور ہی نہیں ہوتا ہے، اس مناسبت سے یہ محاورہ بے جانہ ہوگا، مد رجلیک علی قدر بساطک یعنی جتنی چادر ہو اتنا ہی پیر پھیلاؤ۔شریعت اسلامیہ میں مہر اتنا ہی مقرر کرنا چاہیے جتنے کی استطاعت ہو زیادتی مہر بنیت تفاخر ہو تو حرام ہے، امام اہل سنت کے دربار میں دور حاضر کی اس بے راہ روی کے متعلق جب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''نکاح میں (تو) کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عند اللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا جو مرد و عورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اسے دین نہ سمجھیں وہ روز قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے،، (فتاویٰ رضویہ ۵/ ۵۰۹)

مسجد میں دنیاوی باتوں کا حکم:

جہاں بہت سی خرابیاں مسلم معاشرہ میں پیدا ہوگئی ہیں، وہیں ایک بڑی خرابی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ آج کل لوگ مسجدوں میں باہم جمع ہو کر دنیاوی باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں جب کہ یہ جائز نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

''وہ مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے، جیسے آگ لکڑی کو، فتح القدیر میں ہے''الکلام المباح فیه مکروه یاکل الحسنات''مسجد میں کلام مباح بھی مکروہ ہے اور وہ نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔اشباہ میں ہے''انه یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب''بے شک وہ نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔امام ابو عبد اللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کہ الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البهیمة الحشیش مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔غمز العیون میں''خزانۃ الفقہ سے ہے ''من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا

احبط اللہ تعالی عنہ اربعین سنۃ'' جو مسجد میں دنیا کی بات کرے، اللہ تعالی اسکے چالیس برس کے عمل اکارت فرمادے۔

پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے مونھ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔ سبحان اللہ جب مباح وجائز بات بلاضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں، تو حرام وناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا۔ (فتاوی رضویہ۔ ج:۶۔ص:۴۰۳)

سیاہ خضاب کا رواج:

عصر حاضر میں لوگوں میں یہ وبا بہت عام ہوگئی ہے کہ بال تھوڑے سفید ہوئے نہیں کہ خضاب لگانا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے استعمال میں کچھ قباحت نہیں سمجھتے جب کہ یہ تغییر خلق اللہ میں آتا ہے، ہاں صرف جہاد میں اس کی اجازت تھی۔

اعلی حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

''کہ مہندی میں اتنا تیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے ،حرام ہے۔ قیامت کے دن ان کے منہ کالے کئے جائیں گے حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''من اختضب بالسواد، سود اللہ وجھہ یوم القیامۃ'' جو سیاہ خضاب کرتے ہیں قیامت میں اللہ تعالی اس کا منہ سیاہ کرے گا۔ (فتاوی رضویہ:۹، نصف آخر ۱۰۶/۱۵۵)

الملفوظ ج دوم ص :۷ ۲۴۳ پر آپ نے سیاہ خضاب کے بارے میں فرمایا کہ

''خضابِ سیاہ یا اس کے مثل حرام ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔ غیروا ھذا بشیء واجتنبوا السواد اس سفیدی کو بدل دو اور سیاہی کے پاس نہ جاؤ، سنن نسائی شریف کی حدیث میں ہے۔ الصفرۃ خضاب المومن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔ زرد خضاب مومن کا ہے اور سرخ خضاب مسلم کا اور سیاہ خضاب کافر کا ہے۔ مزید فرماتے ہیں دیکھو فرعون کاہے میں ڈوبا؟ نیل میں، یہ لوگ بھی نیل میں ڈوبتے ہیں۔؛ سیاہ خضاب صرف مجاہدین کو جائز ہے؛۔ جیسے جنگ میں رجز پڑھنا، اور خودستائی ان کو جائز ہے، اکڑ کر چلنا ان کو جائز ہے، ریشمی بانے کا دبیز لباس ان کو پہننا جائز ہے، چالیس دن سے زیادہ لبیں اور چہرے کے بال اور ناخن بڑھانا ان کو جائز ہے، اوروں کو یہ سب باتیں حرام ہیں، فوجی قانون عام قانون سے جدا ہوتا ہے، اس میں سیاہ خضاب داخل ہے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مجاہد تھے انہیں جائز تھا (لیکن) تم کو حرام ہے۔

اپنی حیات میں اولاد کو کچھ دینے کا ایک غلط طریقہ:

عام طور پر باپ بیٹوں کو دینے میں تو مساوات کا خیال رکھتا ہے لیکن بیٹیوں کو دینے میں نظر انداز کر دیتا ہے جب کہ اپنی حیات میں اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو کچھ دینا چاہتا ہے تو افضل ہے کہ بیٹا ،بیٹی سب کو برابر دے یا پھر جتنا بیٹا کو دیا ہے کم از کم اس کا آدھا ضرور بیٹی کو دے۔

چناں چہ امام احمد رضا فتاوی رضویہ ج ۱۰/ ۳۹۵ میں فرماتے ہیں کہ:

''زندگی میں جو اولاد پر تقسیم کی جائے اس میں بیٹا بیٹی دونوں کو برابر رکھے جاتے ہیں اکہرے دوہرے کا تفاوت بعد موت ہے لیکن اگر بیٹی کو بیٹے کا آدھا دیتا ہے جب بھی جائز ہے مگر خلاف اولی ہے،،۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:''مذہب مفتی بہ پر افضل یہی کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر دے یہی قول امام ابو یوسف کا ہے اور للذکر مثل حظ الانثیین دینا بھی جیسا کہ قول امام محمد کا ہے ممنوع وناجائز نہیں اگرچہ ترک اولی ہے،، (فتاوی رضویہ ۸/ ۵۹)

قبروں پر چلنا اور اسے ہموار کرنا:

بعض علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ قبرستان کو اپنے گھروں کی طرح استعمال کرتے ہیں، قبروں پر چلتے ہیں، اور ضرورت پڑی تو قبروں کو منہدم بھی کر دیتے ہیں جب کہ شریعت میں اس کی ہرگز اجازت نہیں کہ قبرستان کو ذاتی مکان کی طرح استعمال کرنے یا قبروں پر چلنے اور قبروں کو منہدم کرنے سے صاحب قبر کو اذیت ہوتی ہے۔ امام احمد رضا نے سختی سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسلامی

سلطنت میں ایسے شخص کی سزا قتل بھی ہے۔

امام احمد رضا حدیقہ ندیہ کے حوالہ سے فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

"التراب الذی علیه حق المیت فلایجوز ان یوطء،، (ترجمہ اس پر کی مٹی حق میت ہے تو اس پر چلنا جائز نہیں)۔ ردالمحتار میں ہے: لان المیت یتأذی بمایتأذی به الحی والظاهر انها تحریمه لانهم نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیها حرام فهذا او لی ترجمہ۔ اس لیے کہ مردے کو بھی اس چیز سے اذیت ہوتی ہے جس سے زندے کو اذیت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کی اندر نو پیدا راستے سے گزرنا حرام ہے تو یہ بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ "مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطان اسلام کی اگر رائے ہو تو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہوا کرتا ہو اسے سزائے قتل دے سکتا ہے۔ اسی میں دوسری جگہ ہے "اس میں جو قبور تھیں انہیں منہدم و ہموار کر کے ان پر چلنا پھرنا سب ناجائز (۶/۳۴۰)

یہاں تک کہ قبروں کے پاس جا کر دعا اور ذکر و اذکار کی اجازت اس شرط پر جائز ہے کہ دیگر قبور پر چلنا نہ ہو اور دیگر قبروں پر چلنا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں۔ قبروں کی بے حرمتی پر منع ہے اس پر امام احمد رضا قدس سرہ نے مختلف احادیث پیش فرمائی۔

حدیث پاک میں ہے کہ مسلمان کو مرنے کے بعد تکلیف دینا ایسا ہے جیسے حیات میں تکلیف دینا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "کسر عظم المیت یوذیه فی قبره ما یوذیه فی بیته و قال عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه اذی المومن فی موته کاذاه فی حیاته و عن عماره بن حزم رضی الله تعالیٰ عنه قال رانی رسول صلی الله تعالیٰ علیه و سلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لاتئوذی صاحب القبر

ترجمہ: مردے کی ہڈیاں توڑنا اور اسے ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے زندے کی ہڈی توڑنا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: میت کو قبر کے اندر بھی اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر کے اندر ایذا ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بحالت وفات مومن کو ایذا دینا ایسے ہے جیسے اسے زندگی میں ایذا دینا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر سے لگنے والے قبر سے اتر جا، صاحب قبر کو ایذا نہ دے،،۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم جلد نہم ص ۴۱۱)

معزز قارئین! مذکورہ بالا سطور میں آپ نے اصلاح امت کے حوالے سے امام احمد رضا قدس سرہ کی گراں قدر خدمات اور بیش بہا کوششوں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایا جس سے یہ اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس باب میں خصوصا توجہ فرمائی اور مسلم معاشرہ سے فرسودات رسومات، باطل توہمات اور غیر شرعی افکار و نظریات کی بیخ کنی فرما کر امت مسلمہ کی دینی رہنمائی اور شرعی رہبری فرمائی نیز اس سے ہمارے زمانہ کے باطل فرقوں جیسے دیوبندی، وہابی اور غیر مقلدین وغیرہم کا یہ نظریہ بھی ہباء امنثورا ہوگیا کہ "مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اکابرین امت و اساطین ملت کے روش سے ہٹ کر بدعات کو فروغ دیا ہے" لاریب مذکورہ حوالہ جات کو پڑھ کر معمولی سدھ بدھ رکھنے والا ہر منصف قاری کا وجدان پکارے گا کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے بدعات کو فروغ نہیں دیا ہے بلکہ آپ نے معاشرہ میں پھیلے خرافات اور غیر شرعی حرکات کے خلاف علم و آگہی کا سد سکندری باندھ کر توہم پرستی کا جڑ سے خاتمہ فرما دیا ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی لازوال تعلیمات اور روشن ہدایات پر عمل کی توفیق خیر عطا فرمائے اور آپ کے درجات میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

☆☆☆

کلام رضا: کچھ لسانی گوشے

ڈاکٹر احمد بدر سلسلہ: کریم سیٹی کالج جمشید پور

شاعری انسانی جذبات واحساسات، کیفیات وواردات، افکار وخیالات اور تجربات ومشاہدات کا منظوم پیرایۂ اظہار ہے۔ مذکورہ بالا عوامل وعناصر ہی کسی شاعر کے کلام میں موضوعات، اصناف، لب ولہجہ اور طرز ادا کا تعین کرتے ہیں۔ جو کیفیت، احساس، فکر، خیال، ڈھانچہ تشکیل پاتا ہے اور اسی کی موزونیت پر معنوی گہرائی وگیرائی کا بھی انحصار ہے۔

شاعری کے لئے موضوعات کی کمی کبھی نہیں رہی۔ کوئی موضوع انسان کے کسی جذبے کا احساس کو چھوجاتا ہے۔ کوئی موضوع کسی خاص ذہنی وقلبی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے۔ کوئی موضوع کسی شاعر کے فکر وخیال کو تحریک دیتا ہے۔ کوئی اس کے ذاتی مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہوتا ہے۔ یہاں موضوعات کا تنوع بھی ہے اور انکی حد بھی۔ کوئی موضوع ایسا نہیں دکھائی دیتا جو بیک وقت سب کا احاطہ کر سکے۔ شاید شاعری اپنے موضوعات کی اس تہی دامنی پر خجل رہتی اگر حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات والا صفات دنیائے آب وگل میں تشریف نہ لاتی اور نعت گوئی کا آغاز نہ ہوا ہوتا۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی ایک ایسا موضوع ہے ایمان کا ہر دعویدار اپنے جذبوں کی شدت، احساس کی گہرائی، کیفیت کی انتہا، واردات قلبی کی رسائی، فکر کی پرواز، خیال کی بلندی، تجربوں کی وسعت اور شاہدوں کی ہمہ جہتی کے مطابق جڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر شعراء نے نعت گوئی کے دامن سے اپنا رشتہ استوار رکھا تاکہ تخلیقی جبلّت کی تسکین کے ساتھ ساتھ آخرت میں سرخروئی کا سامان بھی ہو سکے۔

جب اردو میں نعت گوئی عربی اور فارسی کے وسیلے سے آئی اس وقت تک دنیائے ادب میں نعت گو شعرا کے جھنڈے گڑ چکے تھے اور بیشتر اردو شعرا عربی نہ سہی فارسی شعرا اور ان کے نعتیہ سرمایے سے بخوبی واقف تھے۔ خود ہندوستان میں فارسی نعتیہ ادب کافی وقیع تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نعت گوئی یہاں اردو کے اولین دور سے ہی رائج ومقبول ہوگئی۔ اردو ادب کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں خالص نعت گو شعرا اور جز وقتی نعت گو شعرا کی اچھی خاصی تعداد دکھائی دیتی ہے اور اس میں ہر روز اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ لیکن اس مجمع کثیر میں بھی ایک شاعر اپنے حسنِ اسلوب، طرز ادا، زور بیان، اظہار عقیدت، وفور عشق اور ندرتِ زبان کی وجہ سے نمایاں اور ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ہیں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رضا بریلوی۔

اردو نعت کے تین نمایاں رنگ ہیں۔۔۔۔ عقیدہ، عقیدت اور فن۔ کچھ نعتوں میں صرف عقیدۂ رسالت اور حضور ﷺ کی ذات بابرکات کی جلوہ آرائی ہے۔ کچھ نعتوں میں صرف اور صرف اظہار عقیدت ہے۔ کچھ نعتیں محض اظہار فن کی مثالیں ہیں۔ اردو کے نعتیہ سرمایے کو کھنگال جائیے آپ کو ایسی مثالیں خال خال ہی ملیں گی جہاں عقیدہ، عقیدت اور فن تینوں ہم آہنگ ہوں۔ امام رضا اس معاملے میں استثنائی حیثیت کے حامل ہیں جن کی نعتوں میں ان تینوں رنگوں کی ہم آہنگی ایک عام سی بات ہے۔

پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں، سنتا ہی نہیں، مانگنے والا تیرا

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

یہ اور ایسے سیکڑوں اشعار اس ہم آہنگی کی بہترین مثال ہیں ۔لیکن صرف اسی معاملے میں نہیں ایک اور سطح پر کلام رضا میں ہم آہنگی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ یہ ہے لسانی ہم آہنگی۔ عربی وفارسی زبانوں پر ان کی قدرت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ان کا بڑے سے بڑا مخالف بھی نہیں کرسکتا۔ عربی وفارسی کلام سے قطع نظر ان کا اردو کلام بھی بے تکلفی کے ساتھ استعمال ہوئے عربی وفارسی الفاظ کی تفہیم کے لئے لغت دیکھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اور یہ ان کی علمیت کا تقاضا بھی ہے۔ حیرت تب ہوتی ہے جب بریلی کے اطراف میں رائج روہیل کھنڈ کی مقامی زبان بھی عربی وفارسی سے ہم آہنگ دکھائی دیتی ہے۔ اس کی بہترین مثال ان کی چار زبانوں والی مشہور زمانہ نعت ہے جس کے یہ ٹکڑے ایک وجد آفریں تاثر پیدا کرتے ہیں۔

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے
موری نیا پار لگا جانا
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی
تورے چندن چندر پرو کنڈل
برسن ہارے رم جھم، رم جھم
موراجیرا لرجے درک درک
جب یاد آوت موہے کرنہ پڑت
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں
موراتن من دھن سب پھونک دیا

سونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں، یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھگ ہے، مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا، مت کیسی متوالی ہے
جگنو چمکے، پتہ کھڑکے، مجھ تنہا کا دل ڈھڑکے
ڈر سمجھائے، کوئی پون ہے، یا اگیا بیتالی ہے
بادل گرجے، بجلی تڑپے، دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے
دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضاؔ سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

ایک ہی نظم سے لئے گئے یہ چند اشعار کلام رضا کے لسانی رویہ کی وضاحت کر جاتے ہیں۔ بدلی، رکھوالی، کاجل، گٹھری، ٹھگ، مت، متوالی، پون، اگیا بیتالی، بھیانک بن، بس کی گانٹھ وغیرہ کے استعمال کے ساتھ ساتھ چوروں کی رکھوالی ہونا، آنکھ سے کاجل چرانا، گٹھری تاکنا، نیند نکالنا، دم میں آنا، پتہ کھڑکنا وغیرہ محاورے جس بے تکلفی اور روانی سے نظم ہوئے ہیں ان کی مثال ملنی مشکل ہے۔ مقطع میں گواہ صفائی اور اقبالی ڈگری کو بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

ایک اور نعت کے چند اشعار خط کشیدہ الفاظ کے ساتھ دیکھیں تو ہم آہنگی کی خوبصورت مثالیں دکھائی دیں گی

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انہی کی جوت سے شمس و قمر کی ہے
آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر
ہاتھی ڈوباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے
دنداں کا خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب
ندی گلے گلے مرے آب گہر کی ہے
ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے
جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
گھڑیاں گنیں ہیں برسوں کی سبگھڑی پھری
مرمر کے پھر یہ سل مرے سینے سے سرکی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں ہیں سجیلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
باب عطا تو یہ ہے، جو بہکا ادھر ادھر

کیسی خرابی اُس نگھرے دربدر کی ہے

ان اشعار میں ہاتھی ڈوباؤ، سگھڑی، سجیلی، انیلی، پی، سہاگن، کنور، وغیرہ الفاظ کا برجستہ اور برمحل استعمال دیدنی ہے اور بے گھر، بے راہ، خانہ خراب وغیرہ کے مفہوم میں نگھرے، کی داد دینی تو مشکل ہے۔ مذکورہ بالا اشعار میں 'جھالا برسنا' بھی استعمال ہوا ہے کلام رضا میں اس کے علاوہ بھی موجود ہے

مزرع چشت و بخارا و عراق واجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اسی سے ملتا جلتا ایک اور محاورہ حدائق بخشش کے صفحات پر موجود ہے۔ وہ ہے بھرن پڑنا

پڑتی ہے نوری بھرن امڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے ریلا نور کا

ان دونوں محاوروں سے محظوظ ہونے کے لئے دونوں کے معانی کا فرق ضرور سمجھنا چاہئے۔ جھالا یعنی'' وہ زور کا چلتا ہوا مینہ جو زمین کے کسی قطعہ پر برسے اور کسی قطعہ پر نہیں'' اور بھرن '' وہ زور کی بارش جو دم بھر میں جل تھل بھر دے''۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شاعر نے یہ الفاظ یونہی نہیں نظم کردیئے ہیں وہ ان کی معنوی تہ داریوں سے بخوبی واقف ہیں۔ برسبیل تذکرہ بارش کی ایک اور قسم ملاحظہ ہو۔

خود بجھا جائے کلیجہ میرا چھینٹا تیرا

کہنے کی ضرورت نہیں اس 'چھینٹے' کا 'چھینٹا' بھی اردو کے بہت سے بڑے بڑے غزل گو شعرا کو نصیب نہیں ہوا۔

بارش کی ایک اور قسم چھینٹے سے بھی ہلکی ہے۔ کلام رضا میں اس کی جھلک دیکھئے

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

عموماً کسی کی زبان دانی اور زبان پر گرفت کے لئے محاوروں کے استعمال کو ہی پیمانہ بنایا جاتا ہے۔ رضا بریلوی کی بامحاورہ زبان کے چند نمونے پیش ہیں:

منھ دیکھنا، نظروں پہ چڑھنا:

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منھ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

دل میلا کرنا:

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

منھ تکنا:

کس کا منھ تکیے کہاں جائے کس سے کہے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

راج کرنا، باج لینا:

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدّام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

نمک چھڑکنا:

دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

بول بالا ہونا:

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الٹے پاؤں پھرنا:

دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

کھیل بگڑنا، کھیل سنوارنا:

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا   آقا آقا، سنوار آقا

پلّہ ہلکا ہونا:

ہلکا ہے اگر ہمارا پلّہ   بھاری ہے تیرا وقار آقا

ہوا بتانا:

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی، کیوں!

طوطا اڑ جانا:

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرتی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

دھونی رمانا:

اے دل یہ سلگنا کیا، جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

چھاؤنی چھانا:

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آنہ جائے کیوں

محاورہ دانی ایک چیز ہے لیکن اصل کمال تو محاورہ سازی ہے۔ عام شاعر یا اہل زبان اس کی ہمت نہیں کرتا۔ یہ حق بھی کسی مجدّد کو ہی پہنچتا ہے کہ وہ اپنی فکر رسا، قادر الکلامی اور صناعی سے نئے نئے محاورے ایجاد کرے۔ کلام رضا کے مطالعہ کے دوران مجھے محاورہ سازی کی بھی بیسوں مثالیں دکھائی دیں۔ چند ملاحظ فرمائیں۔

بائیں رستے جانا (غلط راہ یا پر خطر راہ ہو جانا):

بائیں رستے نہ جا، مسافر سن
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

گٹھریاں کسنا (سفر کی تیاری کرنا):

ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو ٹھہرو
گٹھریاں توشہ امید کی کس جانے دو

''گٹھری باندھنا'' کا استعمال اردو شاعری میں ہے اور یہ محاورہ لغات میں بھی موجود ہے لیکن گٹھری یا گٹھریاں کسنا کہیں میری نگاہ سے اس سے قبل نہیں گزرا۔

گمادینا (بے خبر کر دینا):

ایسا گمادے ان کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

ایک جگہ انہوں نے گم ہونے کے معنی میں 'گمنا' بھی استعمال کیا ہے۔

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

من مانتی مانگنا:

مانگ من مانتی منھ مانگی مرادیں لے گا
نہ یہاں نہ ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا، کیا ہے

نیند نکالنا:

نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر، تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

یہ بھی توجہ طلب ہے کہ راہ کھوٹی کرنا یا ہونا تو رائج ہے لیکن منزل کھوٹی ہونا بھی ایک ندرت ہے۔

باڑا بٹنا (خیرات بٹنا):

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

کچا کرنا:

نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجوروں نے کرلیا کچا علاقہ نور کا

صاحب فرہنگ آصفیہ نے حالانکہ کچا کے ذیل میں ''غیر سرکاری کاغذ، اسٹامپ کا نقیض جیسے کچا کاغذ'' لکھا ہے لیکن کچا کرنا کے چار معانی لکھنے کے باوجود وہ معنی نہیں لکھا جو اک شعر سے برآمد ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ محاورہ ان کی نظر سے نہیں گذرا تھا۔

ٹھوکر پہ ڈالنا:

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

فرہنگ آصفیہ میں ہی ٹھوکر کے ذیل میں گیارہ محاورے درج ہیں لیکن ٹھوکر پہ ڈالنا نہیں ہے۔

دھارے چلنا:

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

واضح ہو کہ تارے کھلنا لغات میں ہے لیکن دھارے چلنا کہیں دکھائی نہیں دیا۔

دعویٰ پہنچنا:

بحر و بر، شہر و قریٰ، سہل و حزن، دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

دعویٰ باندھنا اور دعویٰ جمانا وغیرہ لغات میں دستیاب ہے۔ دعویٰ پہنچنا بول چال میں رائج ہے ہر شخص اس کا مفہوم سمجھ سکتا ہے لیکن لغات اس سے خالی ہیں۔

نور چھننا:

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

گردن میں ڈورا ہونا (رشتہ ہونا، تعلق ہونا):

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

دام نقد ہونا:

جان دے دو وعدۂ دیدار پر
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

دام کھڑے کرنا یا ہونا لغات میں مل جائے گا مگر دام نقد ہونا ایجاد رضا ہے۔

کلیجہ چرانا اور مرضی پانا:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

یہ دونوں ہی محاورے لغات میں موجود نہیں۔

چہرا لکھانا:

فخر آقا میں رضاؔ اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

چہرا لکھانا تو کہیں نظر نہیں آیا، لیکن چہرہ کا ایک معنی یہ بھی ملا "حلیہ، ملازموں کے خال وخط جو دفتر ملازمت میں لکھے جائیں۔" یہ معنی اس محاورے کا مفہوم واضح کرتا ہے اور شعر کا حسن عیاں ہو جاتا ہے۔

یہ اشعار رضا بریلوی کے لسانی رویہ کی بھر پور وضاحت کے لئے کافی ہیں پھر بھی کچھ الفاظ اور ان کا شعر میں فنکارانہ استعمال ایسا ہے کہ ان کا ذکر کیے بغیر تشفی نہیں ہوتی۔

لجانا:

صدقہ پیارے کی حیا کا، کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے، لجائے کو لجانا کیا ہے

بورا (دیوانہ، باؤلا):

عاقلوان کی نظر سیدھی رہے
بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا

چہچہا (خوش الحانی، خوش آوازی):

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز
چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

دھان پان:

بار جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجہ شق ہوا
یوں تو یہ ماہ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

کڑوڑا (وہ شخص جو عاملوں اور محصلوں پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے۔ افسروں کا افسر، حاکموں کا حاکم، بڑا عہدیدار، جس کے ماتحت عہدیدار بھی ہوں۔ فرہنگ آصفیہ)

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے، کہ ہے
محو واثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

اوجڑ (اجاڑ، وغیرہ):

کوئی دن میں سرا یہ اوجڑ ہے
ارے او چھاؤنی چھانے والے

اندھیرا یا کھ:

اترے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے، یہ دونوں کی اجالی ہے

سرمکھ (مقابل):

کوہ سرمکھ ہو تو اک وار میں دو پرکالے
ہاتھ پڑتا ہی نہیں بھول کے اوچھا تیرا

یہاں **ہاتھ اوچھا پڑنا** جیسا قلیل الاستعمال محاورہ بھی جس صفائی سے نظم ہوا ہے اس کے موازنہ کے لئے ذوق کا شعر ملاحظہ ہو ۔

ہاتھ تو اوچھا پڑا تھا گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ لے

یہاں یہ نشاندہی بھی مناسب ہے مصرع اول کا لفظ پرکالہ بمعنی ٹکڑا، لخت یا حصہ، فارسی ہے۔

ایک اور شعر دیکھئے

جس کو للکار دے، آتا ہو تو الٹا پھر جائے
جس کو چمکار لے، ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

للکارنا، چمکارنا، الٹا پھر جانا تو ہے ہی لیکن اس "ہر پھر کے" کا جواب پیش کرنے سے اردو شاعری عاجز ہے۔

غرض یہ کہ اپنی عالمانہ شان اور تبحر کے باوجود ان کا رشتہ "دیس کی مٹی" کے ساتھ استوار رہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ 'دیس' کا لفظ بھی کلام رضا میں بار بار آتا ہے ۔

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے
ارے بدفال بری ہوتی ہے
دیس کا جنگلا سنانے والے

ملحوظ رہے کہ "دیس" ایک ہندی راگ کا بھی نام ہے اور جنگلا بھی گانے کا ایک طرز ہے۔ اسے ذہن میں رکھ کر یہ شعر پڑھئے تو میری باتوں کو مزید تقویت ملے گی

حور جناں ستم کیا، طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

□□□

سیکولر پارٹیاں اور مسلمانوں کا استحصال

غلام مصطفیٰ نعیمی، مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی

بھارت کا پہلا عام انتخاب پچیس اکتوبر 1951 میں ہوا تھا۔ ووٹنگ کا مرحلہ چار مہینے تک چلا اس طرح فروری 1952 میں الیکشن مکمل ہوا۔ اس وقت پارلیمنٹ اور اسمبلی انتخاب ایک ساتھ ہوئے تھے۔ پارلیمنٹ میں 489 اور صوبائی اسمبلیوں کی سیٹیں 3283 تھیں۔ کانگریس نے 489 پارلیمانی سیٹوں میں سے 364 اور اسمبلی کی 3283 سیٹوں میں سے 2247 سیٹیں جیت کر ایک طرفہ کامیابی حاصل کی۔

پہلے عام انتخاب میں کانگریس کے علاوہ تقریباً 53 پارٹیاں موجود تھیں۔ جن میں 14 پارٹیاں ملکی اور باقی صوبائی سطح پر اپنا اثر رکھتی تھیں۔ اس دور میں نہرو کے علاوہ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر (1891-1956) اور آچاریہ جے بی کرپلانی (1888-1982) جیسے لیڈر بھی ملکی سطح پر انتہائی مشہور و معروف تھے۔ ڈاکٹر امبیڈکر قانون ساز اور دلتوں کے مسیحا جبکہ آچاریہ کرپلانی پکے گاندھی وادی اور سماجوادی لیڈر کی شناخت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود بھی ملک کی اکثریت نے سیکولرزم کا چورن استعمال کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی اس لیے دونوں ہی لیڈروں کو عام انتخاب میں ہار کا منہ دیکھنا پڑا۔ ڈاکٹر امبیڈکر کی بدقسمتی دیکھئے کہ وہ بامبے کی ریزرو سیٹ سے الیکشن لڑے تھے مگر ان کی اپنی برادری بھی پنڈت جی پر فدا تھی اس لیے ریزرو سیٹ پر بھی ناکام رہے۔ 1952 کی ہار کے بعد 1954 میں بھنڈارا مہاراشٹر میں ضمنی انتخاب میں بھی قسمت آزمائی مگر یہاں کے لوگوں کو بھی ایک قانون ساز اور سماجی مصلح پسند نہیں تھا اس لیے تمام تر شہرت کے باوجود جیت نہ مل سکی۔

اس زمانے میں جواہر لعل نہرو سیکولرزم کے بابائے اعظم ہوا کرتے تھے اس لیے مسلمانوں نے بہ خوشی اپنے کندھے ان کی سواری کے لیے پیش کر دیے تھے۔ نہرو جی بھی وسیع الظرف لیڈر تھے انہوں نے مسلمانوں کی مخلصانہ پیش کش کو رد نہیں کیا اور پنڈتانہ شان و شوکت کے ساتھ بھارتی مسلمانوں کی گردن پر سوار ہو گئے۔ سیکولرزم کا پہلا پھل بہت جلد ملا جب آزادی کے فوراً بعد ہی دہلی میں ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا۔ مسلمان نہایت بے دردی کے ساتھ مارے گیے اور کیمپوں میں رہنے کو مجبور ہوئے۔ اس وقت جواہر لعل نہرو اور وزیر داخلہ سردار پٹیل سمیت ساری کابینہ دہلی میں تھی حتی کہ سیکولرزم کے داعی اعظم اور کانگریس کے شو بوائے مولانا ابوالکلام آزاد بھی موجود تھے مگر قوم مسلم کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ الٹا لٹے پٹے مسلمانوں کو دنگا فساد کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور ان کے پاس سے جو ہتھیار برامد کیے گیے وہ کچن میں استعمال ہونے والے چمچے اور سبزی کاٹنے والی گھٹل چھریاں تھیں۔ ان ہتھیاروں کو دیکھ کر گورنر ماؤنٹ بیٹن نے سردار پٹیل سے کہا تھا:

''اگر اسی طرح ملک چلاؤ گے تو زیادہ دیر تک حکومت نہیں کر سکو گے۔''

دہلی کے بعد مسلم اکثریتی شہروں میں فسادات معمول بن گئے۔ حکومتی سطح پر دلت مانے جانے والے مسلمانوں کا ریزرویشن ختم کیا گیا۔ بابری مسجد پر تالے ڈالے گئے۔ مسجد میں پوجا شروع کی گئی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار ختم کرنے کی سازش ہوئی۔ کشمیریوں کے ساتھ غداری کی گئی۔ اتنا سب کچھ ہوتا رہا مگر بھارتی مسلمانوں نے سیکولرزم کی حفاظت اور بقاء کی جو ذمہ داری اٹھائی تھی اس سے ایک لمحے کو بھی منہ نہیں موڑا۔ اور آج تک بحسن و خوبی نبھاتے چلے آرہے ہیں۔

نہرو کے بعد لال بہادر شاستری، اندرا گاندھی، مرار جی دیسائی، چوھری چرن سنگھ، راجیو گاندھی، وی پی سنگھ، چندر شیکھر، ایچ ڈی دیوگوڑا جیسے لیڈروں کو مسلمانوں نے سیکولرزم کے نام پر ہمیشہ سر آنکھوں پر بٹھایا مگر اس غیر مشروط وفاداری کے باوجود مسلمان دن بدن پستی میں گرتے رہے نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان اس ملک کی سب سے پس ماندہ قوم ہونے کا خطاب حاصل کر چکے ہیں۔

مسلمانوں کی پوزیشن پر ایک نظر

مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن سمجھنے کے لیے پارلیمنٹ اور چند اہم صوبوں میں مسلمانوں کی سیاسی تصویر پیش کی جاتی ہے جس سے بھارتی مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بھارت میں کل 29 صوبے ہیں۔فی الحال کسی بھی صوبے میں مسلم وزیراعلی نہیں ہے۔اس سے پہلے کچھ سیاسی مجبوریوں کے تحت بعض صوبوں میں تھوڑی بہت مدت کے لیے مسلم وزیراعلیٰ بنائے گئے مگر یہ تقرریاں عارضی اور وقتی تھیں۔کوئی بھی لیڈر آدھی معیاد تک حکومت نہیں کرسکا۔عبدالرحمٰن انتولے آخری غیر کشمیری مسلم تھے جو 1982 میں مہاراشٹرا کے وزیراعلیٰ منتخب ہوئے۔اس کے بعد یہ رسم ادائیگی بھی ختم ہوگئی۔لے دے کر کشمیر ہی واحد صوبہ تھا جہاں مسلم وزیراعلیٰ منتخب ہوتا تھا مگر سازش کے تحت کشمیر کو دو حصوں میں بانٹ دیا اور فی الحال گورنر کے سہارے حکومت چلائی جارہی ہے۔

پارلیمنٹ میں 543 سیٹیں ہیں جہاں آبادی کے تناسب میں 75 سے 100 کے قریب مسلم ممبران ہونا چاہیے مگر رواں پارلیمنٹ میں یہ تعداد محض 25 ہے۔آزادی کو ستّر سال سے زائد ہوگئے مگر مسلمان کبھی اپنی تعداد کی آدھی نمائندگی درج نہیں کراسکے۔

اتر پردیش میں مسلمان قریب چار کروڑ ہیں جو قریب 22 فیصد ہیں۔اتنی بڑی تعداد کے باوجود سیاسی حیثیت صفر ہے۔رواں اسمبلی میں مسلم ممبران کی تعداد 23 ہے جبکہ آبادی کے حساب سے قریب 120 سے ایک سو چالیس ممبران ہونا چاہیے۔مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد یوپی میں ہے مگر آج تک اپنا وزیراعلی منتخب نہیں ہوسکا۔حد تو یہ ہے کہ صوبے میں مسلم قیادت والی کوئی قابل ذکر پارٹی تک نہیں ہے۔ماضی میں کچھ لوگوں نے کوشش کی مگر یوپی کے مسلمان سیکولرزم کو کندھے سے اتارنے تیار نہیں ہوئے اس لیے کبھی کانگریس، کبھی سماجوادی تو کبھی بہوجن سماج پارٹی کے بندھوا ووٹر بنے ہوئے ہیں۔بابری مسجد کی شہادت سے پہلے تک مسلمان کانگریس کے بندھوا رہے۔غیر مشروط وفاداری کا یہ رشتہ بابری مسجد کی شہادت کے بعد ٹوٹا۔کاش اس حادثہ فاجعہ کے بعد مسلمان اپنی قیادت کی جانب متوجہ ہوتے مگر مسلمانان یوپی نے آقا بدلا سوچ نہیں بدلی، اور سماج وادی اور بہوجن سماج پارٹی سے وابستہ ہوگیے۔مسلمانوں کی حمایت سے سماجوادی اور بہوجن سماج پارٹی نے اقتدار حاصل کیا۔ملائم سنگھ ان کا بیٹا اکھلیش یادو اور مایاوتی مسلمانوں کی غیر مشروط حمایت کی بدولت پچھلے تیس سال سے وزارت اعلی کی کرسی پر براجمان چلے آرہے ہیں۔حالانکہ یادو محض چھ فیصد اور دلت بائیس فیصد ہیں مگر تعداد میں برابر اور آدھے سے بھی کم ہونے کے باوجود مسلمان یادووں اور دلتوں کے پیچھے چلنے پر مجبور ہیں۔

بہار میں مسلم آبادی قریب 18 فیصد ہے مگر یہاں کی صورت حال بھی یوپی سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔1973 میں عبدالغفور یہاں کے وزیراعلی ضرور بنائے گئے تھے مگر یہاں بھی سیاسی قیادت دوسروں کے ہاتھوں میں ہی رہی مسلمان صرف دری بچھاتے رہے۔بھاگلپور فساد کے بعد مسلمان کانگریس سے الگ ہوئے تو لالو پرساد یادو کو مسیحا بنالیا۔جس کی بدولت لالو پرساد نے مسلسل پندرہ سال تک بہار پر راج کیا۔درمیان میں جیل جانے کی وجہ سے لالو کو وزیراعلیٰ کی کرسی خالی کرنا پڑی۔اس وقت کئی قابل اور سینئر مسلم لیڈر موجود تھے مگر لالو نے قابل ترین لیڈروں کے ہوتے ہوئے بھی اپنی ناخواندہ بیوی کو وزیراعلیٰ بنادیا اور مسلمانوں نے ایک ناخواندہ عورت کو بھی بسر وچشم قبول کرلیا۔جب لالو پرساد کی پالیسیاں کھٹکنے لگیں تو نتیش کمار کو لیڈر بنالیا۔نتیش بھی پچھلے پندرہ سال سے بہار کے وزیر اعلیٰ چلے آرہے ہیں۔تعداد کے اعتبار سے مسلمان بہار کا سب سے بڑا پالیٹکل گروپ ہیں اس کے باوجود حاشیہ پر کھڑے ہیں۔

بنگال میں مسلم آبادی تیس فیصد ہے مگر یہاں کی صورت حال تو مزید خراب ہے۔سچر کمیٹی کے مطابق پورے ملک میں سب سے زیادہ پس ماندہ بنگالی مسلمان ہیں۔یہاں کی اسمبلی میں 294 ممبران منتخب ہوتے ہیں۔رواں اسمبلی میں محض 42 ممبران ہیں جبکہ آبادی کے تناسب میں یہ تعداد نوے سے سو کے درمیان ہونا چاہیے۔یہ صورت حال اس وقت ہے جب مسلمان غیر مشروط اور یک طرفہ طور پر کمیونسٹ پارٹی اور ٹی ایم سی کو سپورٹ کرتے آئے ہیں مگر اس کے باوجود کسی نے

انہیں مناسب نمائندگی دینے کی تکلیف نہیں اٹھائی مگر بنگالی مسلمان آج بھی پورے خلوص کے ساتھ سیکولرزم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں۔

آسام میں مسلم آبادی 37 فیصد سے زائد ہے۔ایک زمانے تک مسلمان یہاں بھی آنکھ موند کر کانگریس کو ووٹ دیا کرتے تھے۔اس کے باوجود یہاں کے مسلمان ہمیشہ نظر انداز کیے گئے۔رہی سہی کسر مسلم مخالف فسادات نے پوری کردی۔جس کی وجہ سے معاشی حالات بھی بد سے بدتر ہوتے گئے۔مرے پہ سودرّے کے مصداق مسلمانوں پر بنگلہ دیشی درانداز ہونے کے الزامات عائد کرکے این آر سی جیسی مصیبت سروں پر ڈال دی گئی۔پچھلے کچھ سال سے بدرالدین اجمل نے اپنی سیاسی پارٹی بنا کر یہاں کے مسلمانوں کو سیاسی طاقت دلانے کی کوشش کی ہے۔رواں اسمبلی میں ان کے 16 ممبران منتخب ہوئے ہیں۔امید کی جانی چاہیے کہ اگر حکمت ودانائی سے کام کیا گیا تو اس صوبے میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت ایک مضبوط شکل میں ابھر سکتی ہے۔

تلنگانہ میں مسلم آبادی تقریباً 13 فیصد ہے۔یہاں کی اسمبلی میں کل 119 نشستیں ہیں مگر مسلم ممبران کی تعداد محض آٹھ ہے۔جن میں حکمراں پارٹی کا محض ایک ممبر ہے بقیہ ارکان اسدالدین اویسی کی پارٹی سے ہیں۔غنیمت یہ ہے کہ یہاں مجلس اتحادالمسلمین کے طور پر ایک مسلم پارٹی موجود ہے جس کی بنا پر مسلمان قدرے ٹھیک ٹھاک پوزیشن میں ہیں۔حالانکہ مجلس کا اثر صرف حیدرآباد تک محدود ہے باقی مسلمانوں کو بھی سیکولرزم کا خمار چڑھا ہوا ہے۔مسلمان مزید سنجیدگی دکھائیں اور صوبے کے دیگر خطوں میں بھی مجلس کو مضبوط کریں۔اسدالدین اویسی اعلی تعلیم یافتہ، باشعور اور بالغ نظر سیاست دان ہیں۔اگر پورے صوبے کے مسلمان ان کے ساتھ ہو جائیں تو یہاں کے مسلمان ایک مضبوط سیاسی طاقت بنا سکتے ہیں۔

کیرل میں مسلمانوں کی تعداد چھبیس فیصد ہے۔یہاں کے مسلمان ملک کے دیگر علاقوں سے زیادہ تعلیم یافتہ اور خوش حال ہیں۔مسلم لیگ کے طور پر اپنی پارٹی بھی موجود ہے مگر اس کا اثر بھی چند اضلاع تک ہی محدود ہے۔مسلمانان کیرل کی سوجھ بوجھ کی وجہ سے ان کی سیاسی حیثیت ٹھیک ٹھاک ہے۔حالانکہ ابھی بھی تعداد کے اعتبار سے مکمل نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔

سیاسی محرومی کے نقصانات

کسی بھی جمہوری ملک میں اصل طاقت سیاسی قوت سے طے ہوتی ہے۔جو قوم سیاسی طور پر کمزور پڑ جائے اس قوم کی تعلیمی اور معاشی حالت خود بخود کمزور ہو جاتی ہے۔آزادی کے بعد جیسے جیسے مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہوئی تو تعلیمی اور کاروباری حالت بھی غیر سے غیر ہوتی گئی۔اس وقت ملک میں سب سے ناخواندہ قوم مسلمان ہیں۔حکومتی اعداد وشمار کے مطابق 7.42 فیصد لوگ ان پڑھ ہیں۔صرف 3.57 فیصد آبادی ہی پڑھی لکھی ہے۔پڑھے لکھے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بہت اعلی تعلیم یافتہ اور ڈگری ہولڈر ہیں۔اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ یہ لوگ ضرورت بھر لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔اگر اعلی تعلیم کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو نہایت افسوس ناک صورت حال ہے۔مسلمانوں کی محض 75.2 فیصد آبادی ہی گریجویشن یا اوپر کی ڈگری رکھتی ہے۔یعنی 25 کروڑ کی آبادی میں بمشکل تین فیصد لوگ ہی اعلی تعلیم یافتہ ہیں۔

سیاسی کمزوری کی بنیاد پر معاشی حالات بھی نہایت خستہ ہیں۔معاشی حالت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ بھکاریوں میں 25 فیصد مسلمان شامل ہیں یعنی ہر چوتھا بھکاری مسلمان ہے۔

سول سروسز میں مسلمانوں کا تناسب محض 32.3 فیصد ہے۔

پولیس محکمہ میں مسلمان صرف 6.2 فیصد ہیں۔

فوج اور دفاعی اداروں میں ان کی تعداد صرف 3.2 فیصد ہے۔

ریلوے جیسے وسیع محکمے میں صرف 4.5 فیصد ہیں۔

بینکنگ کے شعبے میں مسلمانوں کی تعداد محض 2.2 فیصد ہے۔

یہ تو محض نمونہ بھر ہے ورنہ اگر سارے اعداد وشمار جمع کیے جائیں تو حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔یہ ساری محرومیاں سیاسی کمزوری کی بنا پر آئی ہیں کیوں کہ جس قوم کے پاس سیاسی طاقت نہیں ہوتی وہ ہمیشہ دوسروں کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ہماری قوم ستر سال سے اس کا تجربہ کر رہی ہے مگر ابھی تک سیکولرزم کے سحر سے باہر نکلنے کو تیار نہیں ہے۔جبکہ ایک معمولی سمجھ کا بچہ بھی جانتا ہے کہ جمہوری ملک میں سیاسی قیادت کے بغیر عزت دارانہ زندگی کا تصور ایک ایسا خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں۔دیکھتے ہیں ہماری قوم کب تک سیکولرزم کا ہل جوتے گی اور کب اپنے حقوق کے لیے بیدار ہوگی۔

□□□

مسلمانوں کا بدلتا سیاسی منظر نامہ

اسباب اور تدارک

احمد رضا صابری

''۔۔۔۔اس ملک کے لیے ناسور کی حیثیت رکھنے والی جماعت جس نے ملک کو کبھی خوشحالی اور ترقی کی طرف جانے نہیں دیا ایک بار پھر پوری طاقت سے ملک کی اقتدار پر قابض ہے، جس کے تمام ایجنڈوں میں سب اولین ایجنڈہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت کو ضرب لگا کر اکثریتی طبقہ کو خوش کر کے ان کا ووٹ حاصل کرنا ہے۔ دھوکہ اور فریب کا یہ کاروبار اس قدر طاقتور اور سرمایہ دار بن چکا ہے کہ اس کے چنگل سے نکلنے کے لیے ایک اور جنگ آزادی انصاف اور امن پسند برادران وطن کو بالعموم اور اسلامیان ہند کو بالخصوص لڑنی پڑے گی۔۔۔۔''

سن ۱۸۵۷ء میں جب جدوجہد آزادی کا باقاعدہ بگل پھونکا گیا اس دن سے آج تک لاکھوں کروڑوں محبان وطن مسلمانوں نے ہر موقع پر وطن عزیز کے لیے قربانیاں دی ہیں جس کا فیصد حیرت انگیز طور پر اکثریتی طبقہ سے بھی زیادہ ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ راشٹر واد کا دعوہ کرنے میں اس وقت وہی طبقہ سب سے پیش پیش ہے جس کا جدوجہد آزادی میں کوئی حصہ نہیں اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ یہ بات خود ان کو بھی پتہ ہے اور ملک کے تمام سنجیدہ اور انصاف پسند طبقہ کو بھی۔

اس ملک کے لیے ناسور کی حیثیت رکھنے والی جماعت جس نے ملک کو کبھی خوشحالی اور ترقی کی طرف جانے نہیں دیا ایک بار پھر پوری طاقت سے ملک کی اقتدار پر قابض ہے، جس کے تمام ایجنڈوں میں سب اولین ایجنڈہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت کو ضرب لگا کر اکثریتی طبقہ کو خوش کر کے ان کا ووٹ حاصل کرنا ہے۔ دھوکہ اور فریب کا یہ کاروبار اس قدر طاقتور اور سرمایہ دار بن چکا ہے کہ اس کے چنگل سے نکلنے کے لیے ایک اور جنگ آزادی انصاف اور امن پسند برادران وطن کو بالعموم اور اسلامیان ہند کو بالخصوص لڑنی پڑے گی۔

تقسیم ہند کے بعد مسلمانان ہند کی سیاسی طاقت وقوت اچھی خاصی تھی، بڑے بڑے سیاسی اور قانونی عہدوں پر اصحابان فکر مسلمان امراء ورؤسا فائز تھے۔ چنانچہ آزادی کے وقت مسلمانوں کی اپنی پارٹی مسلم لیگ کے قیام کو ۴۱ سال کا عرصہ گزر چکا تھا، ان ۴۱ سالوں نے بڑے بڑے سیاسی مدبرین پیدا کیے جنہوں نے تقسیم ہند کے وقت اپنی دانشمندی اور بصیرت سے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی جان ومال کو بروقت صحیح فیصلے سے تحفظ فراہم کیا بلکہ دستور سازی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے حقوق کے بالادستی کو دستور کی کتاب میں یقینی بنایا، اکثریتی طبقہ کے کوششوں کے باوجود بھی اس ملک کو ایک سیکولر ملک شکل میں محفوظ رکھا۔

لیکن آزادی کے کچھ سالوں بعد ہی رفتہ رفتہ مسلم سیاسی

قیادت میں تیزی سے گراوٹ آنے لگی۔ بیشتر مسلم دانشور یا تو کانگریس کے پرچم تلے چلے گئے یا پھر اغیار کی سازشوں کا شکار ہو کر اپنی سیاسی ساکھ کھو بیٹھے، یوں رفتہ رفتہ مسلم قیادت کا خاتمہ ہو گیا اور آج عالم یہ ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت زیرو ہے۔ نتیجتاً وہ سارے مسائل جن کا آج ہمیں سامنا ہے ہمیں درپیش ہیں۔

ملک کے موجودہ حالات میں دیکھنے میں آرہا ہے کہ ہندوستانی مسلمان داخلی وخارجی طاقتوں کے زبردست دباؤ میں آتے جارہے ہیں۔ ملک کی داخلی طاقتوں کا دباؤ انہیں نفسیاتی طور پر کمزور کر رہا ہے اور مسلمانوں کو اپنی توانائیاں، اپنی برادری اور وطن کی ترقی پر خرچ کرنے کا موقع دینے کے بجائے مسلسل چیلنجز کا سامنا کرنے کی وجہ سے ان کی توانائی اور وسائل غیر ضروری امور پر صرف ہو رہے ہیں۔ تاہم بہتر ہوگا کہ مسلم برداری حالات کو موجودہ تناظر میں دیکھنے کے ساتھ ہی ان حقائق کا تجزیہ بھی کرے جو قوم کی موجودہ حالت اور اس کو درپیش المیہ کے لئے ذمہ دار ہیں۔ مسائل سے نمٹنے کے لئے حکمت عملی ہمہ رخی ہونی چاہیے جو واضح طور پر وسائل اور نتائج سے بخوبی ہم آہنگی رکھتی ہوں۔

ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش مسائل سماجی، سیاسی، معاشی اور مذہبی تمام نوعیت کے ہیں۔ چنانچہ ان سے نمٹنے کے لئے وضع حکمت عملی بھی ہمہ رخی ہونی چاہیے۔ گزشتہ چھ سات برسوں کے دوران جو سیاسی تبدیلیاں ملک میں رونما ہوئی ہیں، خاص طور سے مئی 2019ء میں ہونے والے عام انتخابات کے بعد سیاسی حالات نے جو تبدیلی آئی ہے اس کا اثر بالخصوص مسلم قوم کے اوپر بہت زیادہ ہوا ہے۔ ان حالات نے مسلم قوم کے دانشوروں، ہمدردوں، قائدین اور بہی خواہوں کو بہت زیادہ مایوس کیا ہے۔ حالیہ سیاسی حالات پر مسلمانوں کے مذہبی اور برادری کے قائدین کی جانب سے ردِعمل بھی آیا ہے لیکن اس ردعمل میں ٹھوس اقدامات شامل نہیں ہیں۔ یہ مایوسانہ رویہ اور کمتری کا احساس مسلم قوم کے لیے بہتر نہیں ہے۔ اس کے بجائے اس وقت سنجیدگی کے ساتھ اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا تجزیہ کیا جائے اور ان کے کسی ممکنہ اور مثبت حل تلاش کرنے کی کوشش کی جائے، جو کہ مسلم قوم اور ملک دونوں کے حق میں بہتر ثابت ہو سکیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کو اس وقت درپیش مسائل کا ممکنہ حل اپنا محاسبہ اور مسائل کا تجزیہ کرنے کے بعد ہی نکل سکتا ہے۔ ان مسائل نے مسلم قوم کو دوسروں پر انحصار کرنے والی ایک پسماندہ قوم میں تبدیل ہونے پر مجبور کر دیا ہے، جو کہ اس کے مستقبل کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہو رہے ہیں۔ ان مسائل پر گہرائی اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلا قدم مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر ترتیب دیا جانا چاہیے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو اپنی ایک متحدہ امیج بحیثیت مسلم قوم پیش کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اپنے اندرونی اختلافات کو ظاہر کرنے کی۔

مسلم قوم کے مذہبی قائدین، اکابرین اور رہبرانِ ملت کی جانب سے ایک تحریک شروع کی جائے جس کے ذریعہ مسلم قوم کی طبقاتی تقسیم کو ختم کیا جا سکے۔ دوسری قوموں کی نظروں میں مسلمان ایک متحدہ قوم ہو نہ کہ طبقاتی یا ذات پات پر مبنی سماج۔ اس لئے اگر ہم دوسروں کو متحد نظر آتے ہیں تو ہمیں متحدہ شبیہ اور متحدہ طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کہنا آسان ہے لیکن ہمارے علماء اور ان کی پیروی کرنے والوں کے درمیان رواداری اور یکجہتی قائم کرنے کے لئے سرگرم ہونا چاہیے۔

مزید یہ کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی مسئلہ پر صرف ردعمل ظاہر کرنے کے بجائے اس پر فعال رویہ اختیار کریں اور یہ تجزیہ کریں کہ اس مسئلہ سے انھیں کیا نقصان پہنچ رہا ہے یا کیا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ سیاسی سطح پر جو لوگ مسلمانوں کی نمائندگی سنجیدگی کے ساتھ نہیں کرتے نظر آتے ہیں، انہیں آگے نہیں لانا چاہیے کیوں کہ وہ مسائل کو غلط طور سے پیش کرتے ہیں اور صرف اپنے ذاتی مقاصد کے لیے قوم کے رہنما بن کر سامنے آتے ہیں۔ صرف سنجیدہ اور پابند عہد افراد کو ہی مسلم قوم کے متعلق فیصلہ سازی میں حصہ لینے کا موقع دینا چاہیے تاکہ وہ بیس کروڑ مسلمانوں کی موزوں، مناسب اور موثر نمائندگی کر سکیں۔

تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ملک کی دوسری اقلیتوں جیسے پارسی، سکھ اور عیسائیوں سے سبق حاصل کریں کہ وہ کس طرح تعلیمی، سماجی اور معاشی شعبوں میں بہتر مظاہرہ کر پار رہے ہیں۔ دیگر یہ کہ دوسری قومیں اپنے وسائل کا استعمال کس طرح کرتے ہیں اور کس

طرح اپنے قائدین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، اس کا بھی تجزیہ کیا جانا چاہیے۔

چوتھے یہ کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سنجیدگی سے اپنی قوم کے طورطریقوں میں اصلاحات لانے کی کوشش کریں۔ جوکہ مسلمانوں کی منجملہ ترقی کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ اس سلسلہ میں شادیوں اور دیگر مذہبی تقاریب پر بے جا اخراجات کو کم کرنا بھی شامل ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی برادری کی ایک بہتر امیج پیش کرنے کے لئے مثبت اور عملی اقدامات لینے کی کوشش کریں، مسلم سماج میں صفائی اور تعلیم کی ضرورت کو فروغ دیں۔ یہ دو احکام ایسے ہیں جن پر مقدس قرآن مجید میں بھی بار بار عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

مسلمانوں کے نفسیاتی طور پر کسی بھی مسئلہ سے نمٹنے کے طریقہ کار میں تبدیلی لانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لیے ہمیں تمام مسلم طبقات کی نمائندگی کرنے والے بزرگوں کی ایک کل ہند کمیٹی قائم کرنے کی ضرورت ہے، جس کے ذریعہ عملی پیغامات قوم کے ہر شخص تک پہنچایا جاسکے، جس میں دینی مدارس، سیاسی و سماجی کارکن اور نوجوانوں کا ایک اہم کردار ہوسکتا ہے۔ سیاسی محاذ پر مسلمانوں کو ہمہ رخی حکمت عملی اختیار کرنا چاہیے۔ ملک کی سیکولر اور جمہوری طاقتوں کو مضبوط بنانا چاہیے اور ہندوستان کی سیکولر اور صحیح سوچ رکھنے والی 63 فیصد آبادی کے ساتھ مل جل کر کام کرنا چاہیے۔

ملک کے سیاسی عمل میں ایک سرگرم نمائندے کی حیثیت سے ہمارے سیاسی رہنماؤں کو اپنے ساتھ نوجوانوں کو شامل کرنے کی ضرورت ہے جس سے کہ انھیں سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کی تربیت دی جاسکے اور ساتھ ہی ان کو سیکولر طاقتوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملاکر اپنی قوم کی بہتری کے لیے کیا کردار ادا کرسکتے ہیں یہ واضح رہنا چاہیے۔ ہمیں، ہمارے عوامی نمائندوں کے ساتھ مسلسل رابطہ میں رہنا چاہیے۔ ہمیں عوامی نمائندوں کے ساتھ تعلقات قائم کرکے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ یہ تعلقات ہموار ہوں اور ہمارے عوامی نمائندے ہمیں صرف شکایتی ہی نہ سمجھیں بلکہ وہ مسلم قوم کے ان نوجوانوں کو اپنی سیاسی ٹیم کا ایک بااثر حصہ تصور کریں۔ اس کے علاوہ ہمیں پابند عہد قائدین میں ہم آہنگی پیدا کرنا چاہیے جو مسلمانوں کی حقیقی خواہشات کی عکاسی کرنے کے علاوہ ان کو سیاسی اور معاشی طور پر بااختیار بنانے میں مدد کرسکیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی پسماندگی کے لئے جس کلیدی عنصر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے وہ ہے مسلمانوں میں تعلیم کا فقدان۔ ایک تجزیہ کے مطابق گزشتہ 25 برسوں کے دوران مسلمانوں کی تعلیمی اہلیت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور ماضی کے مقابلہ میں مسلم برادری میں تعلیم یافتہ افراد کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ تاہم ہمیں ہمارے بچوں کی تعلیم کے لئے مزید جدوجہد اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ سماجی اور معاشی طور پر کمزور برادری کے بچے بھی تعلیم حاصل کرسکیں۔ ہمیں اپنے اسکولوں اور کالجوں کو دیہی اور ضلع سطح پر مضبوط بنانے کی ضرورت ہے تاکہ قوم کے تمام طبقات کو معیاری تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے اور بچوں میں اسکول ترک کرنے کے رجحان کو بھی ختم کیا جاسکے۔ اس کے لئے مربوط کوششوں اور کونسلنگ کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت سے توقع رکھنے کے بجائے ہمیں اپنے طور پر کوششیں کرنی چاہیے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے ہر شہر اور قصبہ میں مسلمانوں کے اسکول اور کالجس موجود ہیں لیکن ان میں سے اکثریت جدید آلات اور معیارات سے عاری ہیں یا پھر تدریسی عملہ خاطر خواہ پیشہ وارانہ صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اداروں کو فعال بنانے کے لئے ایک جامع منصوبہ وضع کیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک کل ہند سطح کی کمیٹی قائم کی جانی چاہیے، جسے یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ مسلمانوں کو کس طرح کم خرچ میں معیاری تعلیم موجودہ انفراسٹرکچر کے ذریعہ فراہم کی جاسکتی ہے۔

گزشتہ 25 برسوں کے دوران مسلمانوں کی تعلیمی اور سماجی تنظیمیں ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی ہیں لیکن درحقیقت ان کی سرگرمیاں اپنی ذاتی ترقی اور مفاد تک ہی محدود رہتی ہیں۔ ان میں برادری کے لئے ذمہ داری اور پیشہ وارانہ سنجیدگی کا فقدان پایا جاتا ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایسی تمام تنظیموں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر لایا جاسکے اور ان کے انسانی و مالیاتی وسائل کو برادری کی ترقی و ترویج کے لئے بہتر طور پر استعمال کرتے ہوئے منصوبہ بندی کی جاسکے۔

مسلم قوم کی موجودہ طلب اور خواہشات کی مناسبت سے حکمت عملی تیار کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ مسلم قوم کی سماجی ضرورتوں کو

پورا کیا جاسکے۔تعلیم کے علاوہ کل ہند سطح پر ایک ایسی کمیٹی بھی قائم کرنا چاہیے جو خیراتی کاموں میں مسلمانوں کی نمائندگی کر سکے چاہے وہ آفات سماوی ہوں یا حکومت کی مختلف سماجی پروگرام یا غریبوں کو کھانا کھلانا ہو یا بیماریوں کی نگہداشت۔ ہمیں ایک ایسی قوم کے طور پر ابھرنا ہوگا جسے قومی بہبود کے محاذ پر صف اول میں دیکھا جاسکے، جہاں ہم برادران وطن کی کاندھے سے کاندھا ملا کر مدد کرسکیں اور ہمیں ملک کی ترقی وخوشحالی میں برابر کا شریک تصور کیا جاسکے۔

مسلمانان ہند کی مشکلات:

ہندوستانی مسلمان ایک قوم کی حیثیت سے اپنی ایک مشترکہ مسلم شناخت نہیں رکھتے ہیں۔ وہ کئی گروہوں میں منقسم ہیں اور کوئی بھی گروہ دوسرے کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس کے برخلاف باوجود طبقاتی تقسیم کے ملک کی دیگر اقلیتوں جیسے سکھوں اور پارسیوں میں برادری کا اتحاد واضح نظر آتا ہے۔موجودہ حالات میں ہمیں دیگر اقلیتوں سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح وہ بحیثیت قوم یا برادری متحد ہیں اور کس طرح مسلمان آپسی اتحاد قائم کر کے انفرادیت کے بجائے اجتماعیت کے ذریعے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر مسلمان کو برادری کی ترقی اور ہماری زندگیوں کو بہتر بنانے کے لئے مالیاتی و مادی دونوں میں تعاون کے طور پر دیکھنا چاہیے۔

یہ سب کچھ کہنے کے لئے بہت آسان ہے،لیکن عملی طور پر کرنا بہت مشکل ہے۔سوال پھر بھی برقرار ہے کہ کون ہے جو اس کو کر دکھائے گا اور کب؟ اس سوال کا جواب ہمارے مذہبی قائدین کے پاس ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ہنوز ہمارے علماء کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے اور ان کے بیانات کے مطابق کام کرتا ہے لیکن اکثر جو بیانات دیئے جاتے ہیں وہ وقت کے اعتبار سے موزوں نہیں ہوتے اور نہ ہی مسلمانوں کی ترقی وترویج میں کسی طرح سے مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ ہمارے علماء اور مشائخین کو قرآن وحدیث کی تعلیمات کو موجودہ مسائل کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تب ہی موجودہ نسل ان تعلیمات کی اہمیت کو سمجھے گی۔اس مقصد کے لئے ہر جمعہ کے خطبہ کو ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مسلم علماء کو سب سے پہلے جدید دور سے خود کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کو درپیش اہم مسائل کا تنقیدی اور سائنسی انداز میں جائزہ لینے یا اجتہاد کے ذریعہ اس کی شروعات کی جاسکتی ہے۔قدیم تحقیقات اور بیانات پر تکیہ کرنے کے بجائے بہتر ہوگا کہ ہر ایک مسئلہ کا موجودہ حالات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور مقدس قرآن مجید وحدیث کی تعلیمات کے مطابق ان کا حل پیش کیا جائے۔مقدس قرآن مجید صرف ایک کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں زندگی کے ہر شعبہ ہائے حیات کے مسائل کا حل ہر دور کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ضرورت صرف اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ہے۔

تعلیمی اداروں کا فقدان:

ہمارے پاس نئے تعلیمی ادارہ جات قائم کرنے کے لئے سرمایہ کا فقدان بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔جس کا سب سے مؤثر حل یہ ہے کہ نئے اسکول اور کالجز قائم کرنے جدوجہد جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ موجودہ اسلامی مدارس میں بھی بڑے پیمانے پر تعلیمی نصاب میں وقت اور حالات کے پیش نظر قدرے تبدیلی کی ضرورت ہے۔ طلباء کو دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم مثلاً سائنس، جغرافیہ، سماجیات،معاشیات، ریاضی، طب وغیرہ بھی مدارس کے نصاب میں شامل کیے جائیں،ساتھ مدارس اسلامیہ موجودہ ریاستی یا مرکزی تعلیمی بورڈ سے الحاق کو یقینی بنائیں تاکہ ان کے طلباء اپنے ادارہ میں پڑھ کر بھی ان تعلیمی بورڈ کے امتحانات کے لیے کوالیفائی ہوسکیں اور ان طرح کے نصاب کو پڑھانے کے لیے اساتذہ کی تقرری پر زرِکثیر کا صرفہ مدرسوں ناتواں کندھوں پر نہ پڑے۔یقین مانیں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے یہ ناگزیر عمل ہے اور اس سے مدارس کی دینی تعلیمات کا کوئی نقصان ہونے نہیں جارہا ہے بلکہ بڑے پیمانے ہمارے مدارس کے فارغین بھی سول سروسز میں اپنی مذہبی شناخت کے ساتھ نظر آئیں گے۔

میڈیا کے پلیٹ فارم پر نمائندگی:

جب ملک میں یا دنیا کے کسی بھی علاقہ میں اسلاموفوبیا کی لہر اٹھتی ہے تو ہم خاموش ہوجاتے ہیں لیکن ہم کس طرح اس مسئلہ سے نمٹیں گے؟ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس دور میں کئی جنگیں سوشل میڈیا کے ذریعہ لڑی اور جیتی گئی ہیں۔اس کی تازہ مثال سوشل میڈیا پر اسلاموفوبیا کے بیانات اور مسلم ممالک کی جانب سے اس کا جواب

ہیں۔ مسلم ممالک کے غیر معمولی ردعمل کی وجہ سے کئی سوشل میڈیا پلیٹ فارمس نے اس طرح کے پیامات کو شیئر کرنے سے روکنے کے لئے رہنما خطوط جاری کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ان بیانات کو فوری ہٹانے کے علاوہ مختلف سوشل میڈیا ویب سائٹس پر اسلاموفوبیا مواد پوسٹ کرنے والوں کو معافی مانگنے پر مجبور بھی کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے بہتر ہوگا کہ مسلمان خود کو جانبدارانہ اور فرضی خبروں کا جواب دینے کے لئے تیار کریں۔ اس کے لیے ایک جامع جواب دینے والا میکانزم تیار کیا جانا چاہیے جو مسلم قوم کی بہتر طور پر نمائندگی کر سکے اور اس نظم کو قائم کرنے کے لیے زیادہ رقم بھی درکار نہیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں پہلا قدم ایک نگراں ٹیم (Monitoring Team) کی تشکیل ہوگی، جو تمام ہندوستانی اخبارات، ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر مسلم مخالف خبروں پر نظر رکھے۔ یہ ٹیم حقائق کا پتہ چلانے والی ٹیم (Fact Checking Team) کی مدد کرے، جو تحقیق اور پیام رسانی کی بہتر صلاحیت رکھتی ہو تا کہ مسلمانوں کے تعلق سے کسی بھی قسم کے جھوٹے پروپیگنڈہ کا مناسب اور پیشہ ورانہ طریقہ سے جواب دیا جا سکے۔ میڈیا نگراں کاروں کی مرکزی ٹیم کو دہلی میں مقیم ہونا چاہیے جو مختلف ریاستوں کے نگراں کاروں سے رابطہ میں رہیں اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم جیسے ٹوئٹر، فیس بک، انسٹا گرام اور واٹس اپ پر ہر مسئلہ، الزام یا غلط نمائندگی پر مدلل جوابات دینے کے لئے حقائق کی بنیاد پر تیز رفتاری کے ساتھ کام کرنے کے اہل ہوں۔

اس کے بعد قوم کے ترجمانوں کا ایک گروپ منتخب کیا جائے اور انہیں ان ریاستوں کی زبانوں میں تربیت دی جائے جہاں وہ رہتے ہیں تا کہ وہ ریاستی ذرائع ابلاغ میں زیادہ بااثر ہو سکیں۔ انہیں لسانی طور پر بحث کی صلاحیت میں ماہر بناتے ہوئے کسی بھی مسئلہ یا موضوع پر بحث میں حصہ لینے اور اپنے مدمقابل سے مدلل بات چیت کرنے کے قابل بنایا جائے۔ ہر ریاست میں کم سے کم 5 افراد پر مشتمل ترجمانوں کی ایک ٹیم ہونی چاہیے جو مسلمانوں کی میڈیا میں رہنمائی کر سکے۔

مختلف ذرائع ابلاغ میں برادری کی نمائندگی کے لئے معلومات رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ایک پینل تشکیل دینا چاہیے۔ اس پینل کی جانب سے جو بھی اظہار خیال کیا جائے، اس کی تصدیق علماء اور سماجی قائدین کی جانب سے پہلے سے ہونی چاہیے۔ یہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے لیکن سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ یہ کام متحدہ اور اجتماعی طور پر کیا جائے۔ مسلمانوں کے مختلف طبقات کی نمائندگی کرنے والے مختلف قائدین جب تک متحد نہیں ہوں گے تب تک یہ ممکن نہیں ہے۔ ہمیں ماہرین تعلیم، محققین، نظریہ سازوں، تاجروں، صنعت کاروں، کارکنوں اور زمینی سطح پر کام کرنے والے سرگرم لوگوں کا ایک پینل بنانا چاہیے، جنہیں برادری کے حقیقی چہرے کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

علاوہ ازیں بہتر ہوگا کہ مسلم برادری موجودہ حالات میں الجھنے کے بجائے اپنی کمزوریوں اور خامیوں کو تلاش کرے جس نے اسے اب تک کمزور رکھا ہے۔ مسلمانوں کو خود کو ملک کے اصل دھارے سے جوڑنے کے لئے تیار کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ اس کے لئے ایک مستحکم منصوبہ بندی اور حکمت عملی کی ضرورت ہے تا کہ 25 سال بعد جب ہم ملک کی آزادی کی 100 ویں سالگرہ منا رہے ہوں تو ہم فخر کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ ہم وہ قوم ہیں جس نے اپنے ماننے والوں اور ملک کی خواہشات کی تکمیل کی ہے۔ ہمیں ایک صاف اور واضح منصوبے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ان پروگراموں کو تیار کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے پختہ ارادہ کی ضرورت ہے جو برادری کو اس دلدل سے نکال کر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں۔ جب تک مسلمان اجتماعی طور پر اپنے آپ کو بدلنے کا فیصلہ نہیں کرتے اور اصلاح کی کوشش نہیں کرتے تب تک کوئی بھی اس برادری کو ان حالات سے نکالنے میں مددگار نہیں ہو سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ آنے والا دور اور بھی پر آشوب ہونے کے آثار ہیں کہ جو طاقتیں اس وقت اقتدار پر قابض ہیں ان سے کچھ بھی متوقع ہے لیکن اس ملک کی مٹی نے کئی بار بڑے بڑے کروٹ لیے ہیں اور بڑے بڑے تانا شاہوں کو ان کے تحت و تاج سمیت اپنے اندر سمو لیا ہے لیکن یہ کوئی ایک دو روز میں نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس مشکل وقت کو موقع کے طور پر لیا جائے اور مسلمان اپنے آپ کو اولاً تو تعلیمی، ثانیاً معاشی اور ثالثاً سیاسی طور پر مستحکم کریں تا کہ جب اس طوائف الملوکی کا خاتمہ اور ایک دوسری آزادی کا نیا سورج طلوع ہو تب تک مسلمان اتنے مستحکم ہو چکے ہوں کہ نئے ہندوستان میں اپنی دعویداری دوسری اقلیتی قوموں کی طرح مضبوطی سے پیش کر سکیں۔

□□□

مکتوباتِ امین شریعت: ایک مطالعہ

تبصرہ نگار: وزیر احمد مصباحی [بانکا] ریسرچ اسکالر: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

اردو زبان وادب میں مکتوب نگاری کا سلسلہ اسی طرح قدیم ہے جس قدر نثری ادب کی تاریخ پرانی ہے۔ مشہور زمانہ شاعر مرزا غالب دہلوی سے اگر پہلے کی تاریخ دیکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس وقت بھی مکتوب نگاری کا رواج قائم تھا، کثیر افراد مکتوب الیہ تک اپنے مافی الضمیر کی ترسیل میں خط وکتابت ہی کا سہارا لیا کرتے تھے۔ ہاں! یہ حقیقت مسلم ہے کہ جب آپ کا مخاطب سامنے موجود ہوں تو اس وقت خط وکتابت کی بجائے زبان وبیان سے جو باتیں بھی گوش گزار کی جاتی ہیں، اس عمل میں مخاطب کا اشارہ وکنایہ اور اندازِ تخاطب بھی مخاطَب پر اثر انداز ہوتے ہیں اور باتیں کسی قدر مخاطَب کے دل سے جالگتی ہیں۔ لیکن، جب علی الفور مخاطَب کی حاضری کے اسباب و وسائل کی عدمِ دستیابی کا مسئلہ درپیش ہو تو لوگ خط وکتابت سے بھی کام برآری کا طریقہ نکال لیتے ہیں اور میں اپنے محدود مطالعہ کی روشنی میں یہ بات وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اسی اسباب وذرائع کی عدمِ فراہمی کے سبب آج سے تین/ چار صدیاں قبل لوگ اپنے زیادہ تر کام خط وکتابت ہی کے ذریعے انجام دیا کرتے تھے۔

مکتوب نگاری کے سلسلے میں مرزا غالب دہلوی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ غالب کے قلم سے فنِ مکتوب نگاری میں جو تبدیلیاں آئیں وہ فن خط وکتابت کا ایک روشن باب ہے۔ اب سے پہلے لوگ خط وکتابت میں فارسی وعربی کے گاڑھے الفاظ بکثرت استعمال کیا کرتے تھے، اشارات وکنایات اور رنگ آمیزی کا دور تھا جس کی وجہ سے بسا اوقات مکتوب الیہ خط کے مفہوم ومراد سے ناآشنا رہ جاتا۔ مگر یہ غالب کا احسان ہے کہ وہ عربی وفارسی کے زبردست عالم ہونے کے باوجود اس گری پڑی زبان میں بالکل سادگی کے ساتھ اردو مکتوب نگاری کی بناڈالی۔ اس دور میں بھاری بھرکم القابات کے استعمال کا رواج اس قدر عام تھا کہ اکثر، نصف خط القابات ہی کے نذر ہو جایا کرتا۔ مگر غالب دہلوی نے ان ساری چیزوں سے دامن بچاتے ہوئے صرف اور صرف مقصود ومدعا نگاری کی حسنِ روایت کو اس طرح آگے بڑھایا کہ اسے "آدھی ملاقات" کے ڈگر پر لاکر کھڑا کر دیا، اور پھر جستہ جستہ دوسروں نے بھی اسی ڈھب میں خطوط نگاری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ غالب کے بعد سرسید احمد خان اور ان کے رفقا خصوصاً الطاف حسین حالی نے بھی نثری میدان میں بے جا لفاظی وطولانی سے دامن چھڑانے اور آسان وسادہ الفاظ میں مختصراً مدعا نگاری کی بھرپور تبلیغ کیں اور اس سے فن خط وکتابت کو بھی خوب پھلنے وپھولنے کا موقع فراہم ہوا۔

وطنِ عزیز "بھارت" میں تاریخ صوفیا واولیا کا مطالعہ کریں تو اس حقیقت کا سراغ لگے گا کہ وہ صوفیاے کرام جنھوں نے وطنِ عزیز کی سرزمین کو اپنے قدم میمنت لزوم سے ہم کنار فرمایا، ان میں سے اکثر نے اپنے عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت اور خلق خدا کو صراط مستقیم کی جانب راہ یاب بنانے میں مکتوب نگاری کے سہارے کلیدی کردار ادا کیا۔ ہاں! ایسے موقع پر یہ حقیقت بھی ہمارے دریچہ ذہین میں محفوظ رہنی چاہیے کہ ان بزرگوں کے محبین ومعتقدین نے ان خطوط کی حفاظت وصیانت کر کے اگلی پیڑیوں تک منتقل کرنے کا

کام بھی بڑی فراخ دلی کے ساتھ انجام دیا تاکہ افادہ واستفادہ کی راہیں مزید آسان ہوں سکیں۔ اس ضمن میں مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ۲۰۰/ خطوط کا مجموعہ "مکتوباتِ صدی" اور" مکتوباتِ دوصدی"، شیخ فاروق احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ۵۲۶/ خطوط کی تین جلدیں "مکتوباتِ مجدد الف ثانی" اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے ۳۵۸/ خطوط پر مشتمل دوجلدیں بنام "مکتوباتِ شاہ ولی اللہ" وغیرہ کافی اہم اور ایک ایسے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں جنھیں پڑھنے کے بعد کافی حد تک ان کے عہدِ معاشرت کی تہذیب وتمدن اور سیاسی، سماجی واقتصادی صورت حال کا درست اندازہ لگانا آسان ہوجاتا ہے۔

اِدھر چند برس پہلے محترم ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے بھی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے وہ ۱۱۰۳/ گراں قدر خطوط جو آپ نے ملک وبیرون ملک کے اصحابِ علم ودانش کے نام یا انھوں نے آپ کے نام تحریر فرمایا تھا، کافی چھان بین اور تلاش وجستجو کے بعد تین جلدوں میں بنام "کلیاتِ مکاتیب رضا، خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا" اور "خط جواب خط" شائع فرما کر جہاں اردو دنیا پر احسان عظیم کیا ہے وہیں آنے والی نسلوں کے لیے بھی اہم علمی سرمایہ جمع فرما دیا ہے۔ یقیناً علمی، ادبی اور مذہبی دنیا آپ کی احسان مندر ہے گی۔

مکتوبات کی اسی بھیڑ میں خانوادۂ رضا سے تعلق رکھنے والی ماضی قریب کی ایک شش جہات شخصیت یعنی حضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خان علیہ الرحمہ [۱۹۲۷ء✕۲۰۱۵ء] کے وہ قیمتی خطوط بھی اب {ان شاء اللہ} علمی دنیا کے لیے رہ نما خطوط ثابت ہوں گے جنھیں سال ۲۰۱۹ء/ میں آپ کے ہی ایک عقیدت کیش جناب محترم مولانا محمد اشرف رضا قادری سبطینی نے کافی تلاش وجستجو کے بعد یکجا فرما کر "مکتوباتِ امین شریعت" کی صورت میں جمع فرما دیا ہے۔ حالیہ چند برسوں میں مولانا موصوف کے نوک قلم سے اس نوعیت کی کئی علمی وادبی کام بخوبی انجام پاچکے ہیں۔ پوری محنت ولگن اور دلجمعی کے ساتھ کام کرنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا یہ خلوص زیر نظر مجموعہ "مکتوباتِ امین شریعت" کی سطر سطر سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے بڑی محنت سے امین شریعت علیہ الرحمہ کے خطوط جمع کرنے، انھیں صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے اور پھر تمام تر بوسیدہ خطوط کے وجود میں وضاحت کا رنگ بھر کر مرحلہ طباعت واشاعت سے گزارنے میں خلوص وللّٰہیت سے کام لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> "جس طرح صحرا کا پیاسا بیابان میں پانی کی تلاش میں چاروں طرف دوڑتا پھرتا ہے بالکل اسی طرح میں بھی انجان صحرا میں مکتوبات کی تلاش میں دوڑا پھرتا رہا کہ کہیں سے کچھ میسر ہوجائے اس درمیان میں نے اڑیسہ سے چھتیس گڑھ کے مختلف علاقوں، افراد تک پہنچ کر حضور امین شریعت کے مکتوبات کی تلاش جاری رکھی"۔ [ص:۵]

مکتوبات کا یہ زیرِ نظر مجموعہ اپنے اندر کئی ایسی خوبیاں رکھتا ہے، جو قاری کے لیے متاثر کن اور دیگر مصنفین ومولفین کے لیے سبق آموز ہیں۔ صوری ومعنوی حسن سحر انگیز اور عمدہ ذوق کی تسکین کے لیے کسی بہترین سامان سے کم نہیں ہے۔ یعنی ترتیب وتدوین میں درون وبیرون کی آرائش وزیبائش خوب فنکارانہ مہارت سے انجام میں لایا گیا ہے۔ میدان تصنیف کی عام روش کے برخلاف زیر نظر کتاب تاثرات، تقریظات اور دعائیہ کلمات سے پاک وصاف ہے، یعنی بے جا طوالانی کی بجائے بس مقصود ومدعا پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ کتاب کی ضخامت ۱۲۸/ صفحات پر محیط ہے۔ ہاں! ص: ۷ تا ۳۴/ میں مکتوب نگاری کی اہمیت وافادیت، مکتوب نگاری کی علمی وادبی تاریخ اور اصحابِ علم ودانش کے مستند اقوال کی روشنی میں مکتوب نگاری کا جائزہ لینے کے بعد حضور امین شریعت کی علمی وادبی صلاحیت اور ان کی حیات کے مختلف گوشوں پر اچھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب قاری کتاب کی سطروں سے اپنی آنکھوں کا رشتہ ہموار کرے گا تو ان کی نگاہوں کے سامنے ضرور حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کی زندگی کے وہ قیمتی شب وروز گھوم جائیں گے جن کے دامن میں پناہ لے کر آپ قوم وملت کی دکھتی رگوں پہ ہاتھ رکھنے کا طریقہ تلاش کیا کرتے تھے۔

اشاعتِ خطوط کے باب میں یہ طریقہ اپنایا گیا ہے کہ خط شروع ہونے سے پہلے مکتوب الیہ کا ایک مختصر؛ مگر جامع تعارف بھی پیش کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین الجھنوں کا شکار ہونے کے بجائے خود

مکتوب الیہ سے آشنائی حاصل کرلیں۔ مجموعہ میں شامل خطوط میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو اصحابِ فضل وکمال کے نام ہیں اور کچھ مریدین ومتوسلین کے نام۔ خطوط، جہاں سادہ وسہل انداز میں تحریر کیے گیے ہیں وہیں وہ شستہ زبان وبیان اور تحریری پرکاری کا خوبصورت نمونہ معلوم پڑتے ہیں۔ خطوط مطالعہ کرتے وقت امین شریعت علیہ الرحمہ کی ذات ایک ایسے ہی صاحب فکر انسان کی صورت میں ابھر کر سامنے آتی ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر خلق خدا کے مصائب وآلام کی دفع کے خاطر اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے کمر بستہ رہتا ہو، اسے دوسروں کی ہر پریشانی وغم اپنا لگتا ہو اور اسے اپنے نہا خانہ دل میں چھپا لینا چاہتا ہو۔ مکتوباتِ امین شریعت سے متعلق مرتب موصوف کی یہ عبارت مجھے حق بجانب لگتی ہے کہ:

”حضور امین شریعت کے مکتوبات میں مسائل دنیا کا حل، دفع تکالیف کی تدبیریں، تربیت اولاد کی ذمہ داری، سربراہ خانہ کے احساس کی جھلک اور خود سے وابستہ افراد کی پریشانیوں کے حل تئیں فکرمندی کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔۔۔ حضور امین شریعت کے مکتوبات میں سوزِ دل کے مناظر بھی دکھائی دیتے ہیں اور مسائلِ حیات اور غمِ روزگار سے تعرض کے نمونے بھی واضح نظر آتے ہیں۔ آپ جہاں اکابر کی بارگاہوں میں ادب وانکساری کی عملی مثال پیش کرتے ہیں وہیں اصاغر کے حق میں سراپا دعا گو دکھائی پڑتے ہیں“۔ [ص:۳۳]

واقعی حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کی زندگی میں یہ ساری خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آج چھتیس گڑھ اور اس کے گرد ونواح میں اسلام وسنیت کی جو بہاریں نظر آتی ہیں وہ سب آپ ہی کی جہدِ پیہم اور خلوص وللّٰہیت کا ثمرہ ہیں۔ مرکز علم وفن اور اپنے آبائی شہر ”بریلی“ سے دور یہیں آپ نے اپنی زندگی کی ساری بہاریں خلق خدا کی خدمت میں کاٹ دیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے آپ نے طب کی پڑھائی بھی کی تھی، اس لیے جب کسی کے علیل ہونے کی خبر ملتی ان کے نام طلبِ خیرت کے لیے خط تحریر فرماتے اور اپنی طرف سے حکیمی نسخے بھی تجویز فرماتے، آپ نے جتنے بھی خطوط اپنے فرزندار جمند علامہ سلمان رضا خان کے نام تحریر فرمائے ہیں اس میں ایک سرپرست اور والد کے احساس کی تابانی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اسی طرح آپ کا ہاتھ ضرورت مندوں کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا، خلق خدا کی پریشانی وغم آپ سے دیکھی نہیں جاتی۔ اس حوالے سے ص:۴۱، ۴۲/ ۴۳ پر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا ایک دردمند خط جسے آپ نے ۱۹۷۹ء/ کے جمشید پور (جھارکھنڈ) فساد کے تناظر میں حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کے نام تحریر فرمایا تھا، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

کتاب کے آخر میں متعدد علمی شخصیات مثلاً: حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ، علامہ اختر رضا خان الازہری علیہ الرحمہ، علامہ تحسین رضا خان علیہ الرحمہ، رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اور فقیہ اعظم مفتی عبد الرشید خان علیہ الرحمہ وغیرھم کے خطوط کی عکسی تصاویر ثبت ہیں اور ہر ایک خطوط خوش خطی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب ہمارے اور آپ کے لیے رہ نما خطوط ثابت ہوگی، حضور امین شریعت اور ان کے معاصرین کے روابط کھل کر سامنے آئیں گے، ان کی متنوع شخصیت کے کئی باب وا ہوں گے، سبطینی فکر ونظر کا فیضان ہم پر جاری ہوگا، علمی وادبی حلقوں میں اس مجموعہ کو سراہا جائے گا، مطالعہ کی زینت بنایا جائے گا اور ایک قیمتی سرمایہ سمجھ کر اس کی عمدہ حفاظت کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں میں بھی منتقل کیا جائے گا۔ ایسے موقع پر ہم مؤلف موصوف مولانا اشرف رضا قادری [چیف ایڈیٹر: سہ ماہی امین شریعت] کی جناب میں تشکر وامتنان کے گلدستے پیش کرتے ہیں کہ آپ کی انتھک کوششوں سے آج یہ خوبصورت گلدستہ منصۂ شہود پر آیا اور مکتوبات کی لڑی میں ایک اہم کڑی کا اضافہ ہوگیا۔ امید ہے کہ مستقبل میں بھی پوری آب وتاب کے ساتھ آپ کے نوک قلم سے امین شریعت کا فیضان بٹتا رہے گا اور آپ یوں ہی علمی معرکے سر کرتے رہیں گے۔ [انشاء اللہ] ہم تو بس یہی دعا کرتے ہیں کہ تصنیف وتالیف کے میدان میں آپ کا یہ سیال قلم تا حیات بگٹٹ دوڑتا رہے، شہرت ومقبولیت کا آسمان چھوتا رہے اور ہم جیسے قارئین آپ کی بیش بہا تحریروں سے اپنے ذہن وفکر کی شادابی کے جوہر کشید کرتے رہیں۔ اللہ کریم آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ (آمین)

□□□

فتاویٰ رضویہ: جہان علوم ومعارف: ایک جائزہ

مفتی توفیق احسن برکاتی: استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

نام کتاب: فتاویٰ رضویہ: جہان علوم ومعارف [تین جلدیں]
مرتب: علامہ محمد احمد مصباحی [ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور]
صفحات: اول: ۴۷۲/ دوم: ۴۷۲/ سوم: ۴۴۸
اشاعت: صفر ۱۴۴۰ھ/نومبر ۲۰۱۸ء
ناشر: المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۰ھ میں ان کا وصال ہوا، رواں برس ۱۴۴۰ھ میں صد سالہ عرس رضا کے موقع پر علمی دنیا نے اپنی بساط بھر خراج عقیدت پیش کیا، امام احمد رضا اکیڈمی [بریلی شریف] سے "جہان امام احمد رضا" کے نام سے ایک مبسوط علمی وتحقیقی سوانحی انسائیکلوپیڈیا بیس جلدوں میں شائع ہوا، ماہ نامہ پیغام شریعت [دہلی] نے ضخیم "مصنف اعظم نمبر" نکالا، اسی طرح دوماہی رضائے مدینہ [ٹاٹا جمشید پور] نے "امام احمد رضا صدی نمبر" پیش کیا، اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی زیر تبصرہ کتاب کی یہ تین جلدیں بھی ہیں جس میں ایک درجن اہل علم وتحقیق کے علمی وتحقیقی مقالات کو کتاب بند کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ۱۳۹۲ رصفحات پر مشتمل یہ عظیم تاریخی کام یقیناً امام احمد رضا صدی کے شایان شان ہے جس کی دھمک ایک زمانے تک باقی رہے گی۔

امام احمد رضا قادری کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار عقلی ونقلی علوم ومعارف سے آگاہ فرمایا تھا، امام احمد رضا کی ایک ذات میں ان علوم وفنون کا جمع ہونا بجائے خود ایک جہان حیرت ہے، ان کی زندگی اور کارناموں کا مطالعہ کرنے والا ہر آن استعجاب کا شکار ہوتا ہے۔ لیکن بے شمار علوم میں جو علم پوری علمی وتحقیقی دنیا میں ان کی شناخت بناوہ "علم فقہ" ہے، امام احمد رضا کی زیادہ تر تصنیفات اسی علم میں ملتی ہیں، لیکن یہ علم بھی ان گنت گوشے رکھتا ہے اور دیگر کئی علوم میں مہارت چاہتا ہے۔ جس کا اندازہ فتاویٰ رضویہ کے مطالعے سے بخوبی ہوتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا کا نام ہے، جس میں علم کا ایک خاموش سمندر موجزن ہے۔

امام احمد رضا قادری کے سوانح نگاروں نے ان کی فقہی بصیرت کا بھی ایک نمایاں باب قائم فرمایا ہے اور مختلف شواہد ونظائر کی روشنی میں ان کے فقہی کمال کی نشان دہی کی ہے۔ جب ماہر رضویات استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ نے علامہ شامی کی کتاب "ردالمحتار" پر امام احمد رضا قادری کا حاشیہ "جدالممتار" ایڈیٹ کر کے جلد اول ۱۹۸۲ء میں اور جلد ثانی ۱۹۹۴ء شائع کیا تو عربی زبان میں علی الترتیب ۱۵/اور ۹۶/صفحات میں اس کا تعارف بھی شامل کیا، پھر اسے کچھ اختصار کے ساتھ اردو میں لکھ کر شائع کیا۔ اس اردو تعارف کا نام یہ ہے: "امام احمد رضا کی فقہی بصیرت: جدالممتار کے آئینے میں" اس کتاب میں جلد ثانی کا تعارف درج ذیل عنوانات سے کرایا گیا ہے:

(۱) فکر انگیز تحقیقات (۲) کثیر جزئیات کی فراہمی (۳) لغزشوں پر تنبیہات (۴) حل اشکالات اور جواب اعتراضات (۵) فقہی تبحر اور وسعت نظر (۶) تحقیق طلب مسائل کی تنقیح (۷) مراجع کا اضافہ (۸) مشکلات ومبہمات کی توضیح (۹) غیر منصوص احکام کا استنباط (۱۰) علم حدیث میں کمال اور قوت استنباط واستدلال (۱۱) دلیل طلب احکام کے لیے دلائل کی فراہمی (۱۲) مختلف اقوال میں تطبیق (۱۳) مختلف اقوال میں ترجیح (۱۴) اصول وضوابط کی ایجاد (۱۵) مختلف علوم میں مہارت (۱۶) حسن ایجاز وکمال اختصار۔

مذکورہ عنوانات سے مصنف کی دقت نظر، وسعت فکر، اعلیٰ ظرفی، دور بینی اور علمی وتحقیقی مزاج کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہی انداز ان کی دوسری علمی تحقیق "امام احمد رضا اور تصوف" میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو پاک سے ان دونوں کتابوں کے کئی ایڈیشن طبع ہو کر عام ہو چکے ہیں اور مسلسل بحث ومذاکرہ کا موضوع بنتے ہیں اور رضویات کے بنیادی ماخذ کے طور پر انھیں جگہ دی جاتی ہے۔ "جدالممتار" کی جلد ثانی میں تعارف کا یہ نقش اول مکمل فتاویٰ رضویہ کی بارہ مجلدات کے تفصیلی تعارف کا سبب قرار پایا اور یہ عظیم وضخیم مجموعہ تین جلدوں میں مرتب ہو کر

اہل ذوق کا سرمہ نگاہ بن رہا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک اور یجنل کام ہے اور بابِ رضویات میں گراں قدر اضافہ۔ اس کی روشنی میں ان شاء اللہ مزید تحقیقات کا سلسلہ شروع ہوگا۔ حضرت مرتب دام ظلہ نے یہ تحقیقی کام جامعہ اشرفیہ سے سند فضیلت حاصل کرنے والے درجہ تحقیق کے طلبہ کے سپرد کیا جن کے لیے دوسالہ تحقیق کے دوران کسی اہم موضوع پر تقریباً سو صفحات میں ایک علمی مقالہ لکھنا ضروری ہوتا ہے۔

مجموعی طور پر ان تین جلدوں میں بارہ مقالات ہیں جو فتاویٰ رضویہ کی قدیم بارہ جلدوں کا تعارف پیش کرتے ہیں، جلد اول [اس کا تعارف مولانا محمد رضوان مصباحی، استاذ مدرسہ نثار العلوم، اکبر پور نے تحریر کیا ہے۔] کو چھوڑ کر یہ تمام مقالات درجہ تحقیق کے طلبہ کے تحریر کردہ ہیں، ان سب پر نظر ثانی حضرت مرتب سے فرمائی ہے اور ان میں حذف و ترمیم بھی کی ہے تا کہ وہ قابل اشاعت ہو سکیں اور دیگر تحریروں سے ان کا ربط و تعلق باقی رہے۔

''جہان علوم و معارف'' کی جلد اول میں فتاویٰ رضویہ جلد اول تا چہارم کا تفصیلی تعارف درج ہے، ساتھ ہی ابتدا میں کلمۃ المجمع الاسلامی [چار صفحہ] اور فتاویٰ رضویہ کی طباعت کا عہد وار تذکرہ [ساڑھے سات صفحہ] حضرت مرتب کا رقم فرمودہ ہے، پھر ابتدائیہ کے تحت حضرت مولانا عبد المبین نعمانی دام ظلہ العالی نے امام احمد رضا کے عکس حیات کو نمایاں کیا ہے جو سات صفحات پر مشتمل ہے، اس کے بعد حضرت مولانا ساجد علی مصباحی [استاذ جامعہ اشرفیہ] کی ایک تفصیلی تحریر ''حیات امام احمد رضا کے اہم گوشے'' کے عنوان سے شامل کی گئی ہے جو ۲۳ ذیلی عنوانات کے تحت اکتالیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ بہت اہم مقالہ ہے اور انتہائی محنت و تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ پھر اصل تعارفی مقالات کو جگہ دی گئی ہے اور اس کے لیے آغاز میں مقالے کے ذیلی عناوین کا خاکہ دیا گیا ہے جو تفصیلی مطالعہ پر آمادہ کرتا ہے۔

جلد دوم میں فتاویٰ رضویہ جلد پنجم تا ہشتم کا تفصیلی تعارف موجود ہے اور جلد سوم میں فتاویٰ رضویہ جلد نہم تا دوازدہم کا تعارف ہے، اسی جلد کے اخیر میں ضمیمہ کے تحت استاذ گرامی حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی [استاذ جامعہ اشرفیہ] کا ایک تفصیلی مقالہ ''امام احمد رضا اور عربی زبان و ادب'' شامل کیا گیا ہے جو انیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں اس کی شمولیت کا جواز حضرت مرتب دام ظلہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

''امام احمد رضا اور عربی زبان و ادب'' کے عنوان سے ایک مضمون مولانا نفیس احمد مصباحی نے لکھا تھا، اس میں عربی زبان و ادب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کمال پر کسی قدر تفصیل سے تحریر ہے۔ اور دیگر مقالات میں اس عنوان پر کوئی گفتگو نہ تھی، اس لیے مولانا موصوف کے اس مضمون کو بطور ضمیمہ شامل کر لیا گیا ہے۔'' (جلد اول، ص:۸)

فتاویٰ رضویہ کی طباعت و اشاعت مختلف مراحل میں عمل میں آئی اور منتخب اہل علم نے اس میں اپنی گراں قدر حصہ داری نبھائی اور یہ علمی خزانہ دنیا کے سامنے آیا۔ زیر تبصرہ کتاب کی جلد اول میں استاذ گرامی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی نے عہد بہ عہد فتاویٰ امام احمد رضا کی تمام بارہ جلدوں کی طباعت و اشاعت کی تفصیل درج فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی جلد اول ۱۳۳۶ھ میں مصنف کی حیات میں مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی سے طبع ہو کر منظر عام پر آئی۔ دوسری جلد صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے اہتمام سے امام احمد رضا کے وصال کے بعد ۱۳۴۴ھ میں اسی مطبع سے شائع ہوئی۔ تیسری اور چوتھی جلد علی الترتیب ۱۳۸۱ھ، ۱۳۸۷ھ میں سنی دار الاشاعت، مبارک پور سے چھپی۔ پانچویں جلد اولاً مطبع حسنی سے مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ نے ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۴۷ھ کے درمیان تین قسطوں میں شائع ہوئی جس پر نظر ثانی اور فہرست سازی کا کام مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے کیا، اس جلد میں صرف کتاب النکاح موجود تھی، اس میں کتاب الطلاق کا اضافہ کر کے سنی دار الاشاعت، مبارک پور نے ۱۳۹۷ھ میں شائع کیا۔ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جلد بھی سنی دار الاشاعت، مبارک پور سے علی الترتیب ۱۴۰۱ھ، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۲ھ میں شائع ہوئی۔ نویں جلد پہلی بار ۱۴۱۱ھ میں مکتبہ رضا، ایوان عرفان، بیسل پور، پیلی بھیت سے شائع ہوئی جس میں مسائل کلامیہ، کتاب الشتی اور کتاب الفرائض شامل ہیں۔ دسویں جلد جو کتاب الحظر و الاباحۃ پر مشتمل تھی مکتبہ رضا، بیسل پور سے دو قسطوں میں جلد دہم نصف اول، جلد دہم نصف آخر کے عنوان سے ۱۴۰۲ھ سے ۱۴۰۸ھ کے درمیان شائع ہوئی۔ گیارہویں جلد ۱۴۰۲ھ میں ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی شریف سے مولانا منان رضا خاں کے اہتمام سے شائع ہوئی، پھر جب رضا اکیڈمی، ممبئی نے فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں کی ایک ساتھ اشاعت کا منصوبہ بنایا تو بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ اور مولانا محمد حنیف خاں رضوی سے مشاورت کی جس کے تحت جلد اول تا ہشتم سابقہ حالت پر باقی رکھی گئی مگر جلد نہم، دہم یازدہم کی صورت بدل گئی، جلد دہم، جلد نہم قرار دی گئی اور جلد یازدہم کا اشاعت شدہ حصہ باقی رکھتے ہوئے اس میں جلد نہم سے کتاب الفرائض لے کر اور ایک رسالے کا اضافہ کر کے اس جلد دہم کے نام سے شائع کیا گیا، پھر جلد نہم سے مسائل کلامیہ اور کچھ نئے

مسائل اور قدیم رسائل لے کر اسے جلد یازدہم کے نام سے رضا اکیڈمی، ممبئی نے تمام جلدوں کے ساتھ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء میں طبع شائع کیا۔ اور بارہویں جلد بھی بیسل پور کی مطبوعہ جلد نہم سے ماخوذ مسائل شتی اور چند رسائل کی شمولیت سے تیار ہوئی اور ۱۴۱۵ھ میں طبع ہوئی۔

دوسری طرف ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء اور ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء کے درمیان فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ کی تیس جلدوں کی اشاعت رضا فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان سے ہوئی، پھر اس کی تجدید ہندوستان میں برکات رضا، پور بندر، گجرات نے کی اور مکمل تیس جلدیں ۲۰۰۶ء میں شائع کیں۔ اب تک فتاویٰ رضویہ دستی کتابت پر مشتمل تھی، اس لیے بارہ جلدوں کی کمپیوٹر کتابت اور تخریج کے ساتھ ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۶ء میں امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف نے اسے بائیس جلدوں میں شائع کیا، جو آرٹ پیپر پر چار کلر میں بھی طبع کی گئی ہے۔ یہ ایک اہم کارنامہ ہے جس کے لیے اکیڈمی کے ذمہ داران قابل مبارک باد ہیں۔

اخیر میں ہم جملہ مقالہ نگاروں کے اسماذکر رہے ہیں جنھوں نے فتاویٰ کی بارہ جلدوں کا تعارف تحریر کیا ہے:

مولانا محمد رضوان مصباحی [جلد اول]، مولانا محمد قاسم اعظمی مصباحی [جلد دوم]، مولانا عابد رضا مصباحی [جلد سوم]، مولانا قطب الدین رضا مصباحی [جلد چہارم]، مولانا رفیق الاسلام مصباحی [جلد پنجم]، مولانا ذوالفقار مصباحی [جلد ششم]، مولانا محمد رضا مصباحی [جلد ہفتم]، مولانا محمد شہاب الدین مصباحی، باندوی [جلد ہشتم]، مولانا محمد اسرائیل مصباحی [جلد نہم]، مولانا محمد شہاب الدین مصباحی، مہراج گنجوی [جلد دہم]، مولانا محمد ابراہیم مصباحی [جلد یازدہم]، مولانا عارف حسین مصباحی [جلد دوازدہم]

درجۂ تحقیق سے ان حضرات کی فراغت ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۱ء کے درمیان ہے۔ یہ ایک علمی و تحقیقی تعارف ہے جو نہ محض تبصرہ ہے نہ خشک تنقید، بلکہ فتاویٰ رضویہ کی ان جلدوں کا علمی وتعارفی جائزہ ہے اور شواہد ونظائر کی روشنی میں امام احمد رضا قادری کی فقہی بصیرت کا آئینہ خانہ، جس میں دنیا علوم وفنون میں امام احمد رضا قادری کی مہارت تامہ صاف ملاحظہ کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جملہ مقالہ نگاروں اور ان کے اساتذہ کو مزید خدمت علم کی توفیق عطا فرمائے، اس اہم کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اس کتاب سے اہل علم کو استفادہ کا موقع فراہم کرے۔ آمین۔ کتاب کے حصول کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کر سکتے ہیں:

مولانا محمد عرفان عالم مصباحی 07007576367

مولانا شمشیر علی مصباحی 07007133781

□□□

(صفحہ 64 کا بقیہ) کہ انسان کی دینی و دنیوی کامیابی اسی پر منحصر ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے۔ جب بندہ اللہ سے ڈرے گا، تو اچھے اعمال کرے گا اور برے اعمال سے بچے گا۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں جگہ جگہ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب انسان کے دل میں اللہ کا ڈر بیٹھ جاتا ہے، تو پھر وہ کسی بھی چیز سے نہیں ڈرتا، کسی کا ڈر اسے نہیں ستاتا۔ اس کے بعد حضور قائد ملت نے جلسہ گاہ میں موجود بڑی تعداد میں عقیدت مندوں کو سلسلہ رضویہ میں داخل کیا اور وعظ ونصیحت کے چند کلمات ارشاد فرمائے۔

شب کافی گزر چکی تھی، ایک اور پروگرام میں حضور قائد ملت کو مزید شرکت فرمایا تھا۔ غوری گنج، بنارس میں انجمن غلامان خواجہ غریب نواز کے زیر اہتمام جشن خواجہ غریب نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد پذیر تھا۔ حضور قائد ملت کی آمد ہوتی ہے، جلسہ گاہ میں مجمع کافی تھا۔ سب سے پہلے حضور قائد ملت نے ہزاروں عقیدت مندوں کو بیعت کیا اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی۔ اس سے قبل ممتاز الفقہا، حضور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ اور خطیب اہل سنت حضرت علامہ قاری دلشاد احمد رضوی کا جامع خطاب بھی ہوا۔ قاضی شہر بنارس مولانا غلام یٰسین نوری، مولانا شارق ندیم، قاری مظفر الدین وغیرہ علما وعوام بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

حضور قائد ملت کے پانچ روزہ تبلیغی دورے کا یہ حسین اختتام تھا۔ پانچ روز میں حضرت نے ۱۹ / پروگرام میں شرکت فرمائی۔ ایک ایک روز میں چار پانچ پروگراموں میں شریک ہوتے رہے۔ ہر ہر پروگرام خود میں ایک بڑے جلسے کی شکل اختیار کرتا گیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ڈھائی لاکھ سے زائد عاشقان رضا کو حضور قائد ملت نے سلسلہ قادریہ رضویہ میں بیعت کیا۔ حضور قائد ملت کے اس تبلیغی سفر سے یہ بھی بات واضح ہوگئی کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کے جس کاروان کو یہاں تک پہنچایا تھا، حضور قائد ملت پوری قائدانہ صلاحیت اور دینی حمیت کے ساتھ اسے آگے کا سفر طے کرا رہے ہیں۔ حضور قائد ملت کے اس تبلیغی دورے نے شہر بنارس کی عوام اہل سنت کے دلوں میں اپنے مرکز بریلی شریف کی عظمت اور اس کی عقیدت کو مزید مستحکم کر دیا۔ آج بھی بنارس میں اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے جو جذباتی وروحانی وابستگی پائی جاتی ہے، وہ قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔

□□□

ایک تاثراتی سفرنامۂ حج

وادئ نــــورکاســــفر

اس آلودۂ معصیت مسافر کی داستان شوق جس کے خوابیدہ مقدر پر اچانک سرکار کی نظر کرم ہوگئی

محمد امجد رضا امجدؔ

شور یست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو زندہ کنم دار و رسن را

یہ حضور کی بندہ پروری ہے کہ مجھ جیسے عصیاں شعار، بے بضاعت اور ظاہری وسائل سے محروم بندے کو آپ نے زندگی کی سب سے عظیم نعمت عطا فرمائی، حج کی سعادت سے سرفراز فرمایا—— اپنے دربار میں حاضری کی اجازت دی اور میرے بیقرار آرزوؤں کو آستانہ قرار عطار فرمایا ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

سرکار نے مجھے، ان ناقابل دید آنکھوں سے کائنات کی اس طاہر و مطہر جگہ کو دیکھنے کا شرف بخشا، جس کی عظمت پر کائنات کی ساری عظمتیں قربان—— جس کی حرمت پر حرمتوں کا تقدس نثار—— جس کی پاکیزگی پر پاکبازوں کی ساری پونجی نچھاور۔

میں اپنی اس خوش بختی پر رقص کناں ہوں کہ میں نے حرم عشق کا وہ مطاف دیکھا جہاں قدسی پروانہ وار پھرتے ہیں—— حسن کی وہ سرکار دیکھی جہاں عشق، سجدے کے لئے بیقرار ہے مگر ''روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے'' کی آواز سن کر سنبھل سنبھل جاتا ہے—— عشق کا وہ دربار دیکھا جہاں عشاق ''لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں'' کا منظر بنے ہوتے ہیں—— ہاں دلوں کی پکار سننے والے آقا نے ایک آلودۂ معصیت کو وہ ارفع و اعلیٰ مقام دیکھنے کی سعادت بخشی جس کے تصور سے دل کی دھڑکنیں تیز ہوجاتی ہیں—— جس کے ذکر سے روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے—— جسے کعبۂ کعبہ ہونے کا شرف حاصل ہے—— جسے اہل دل قبلۂ ایمان سمجھتے ہیں اور ''ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر'' کہہ کر بھی جس کی شان رفعت کا حق ادا نہیں ہوتا۔

ع مارا بجز تو در ہمہ عالم عزیز نیست

میرے احباب بضد ہیں کہ میں اپنی داستان شوق سپرد قلم کروں اور جو کچھ میں نے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے انہیں دل کی آنکھوں سے دکھادوں—— انہیں حرمین شریفین کی ان پرنور وادیوں کی سیر کراؤں جو صدیاں گذر جانے کے بعد بھی عظمت وجلال کا مرکز ہیں، ان گذرگاہوں کا ذکر کروں جن کی فضاؤں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کی خوشبوئیں سمٹی ہوئی ہیں —— ان قربان گاہوں میں لے چلوں جہاں، جاں نثاران اسلام کو قبولیت حق کا خراج دینا پڑا تھا—— اور انہیں ان زیارت گاہوں کا اداس منظر بھی دکھاؤں جو نام نہاد موحدین کے تیشۂ ستم کا نشانہ بن گئیں۔

مگر میں اپنے احباب کے بیتاب جذبوں کو کیسے سمجھاؤں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جس غلام کو باریابی کی اجازت دی تھی، وہ صحافی نہیں، ایک آرزومند تھا، جس نے اپنی ہر دعا میں مکہ و مدینہ دیکھنے کی خواہش کی تھی—— جس نے حرمین کی زیارت کرنے والی ہر آنکھ کو بھیگی پلکوں سے دیکھا تھا اور سرد آہ کھینچ کر رہ گیا تھا—— جس کے سفر حج کے سارے ایام عالم محویت میں مقامات مقدسہ کو دیکھتے ہی دیکھتے بیت گئے تھے مگر دیکھنے کی حسرت باقی رہ گئی تھی—— ذہن و دماغ پر کوئی چیز ترتیب وار محفوظ نہیں اور نہ ایک بیتاب دل کے لئے یہ ممکن تھا—— پھر اگر یہ سوچ کر، کہ کم از کم

اتنی دیر تو دیارِ حبیب کے جلوؤں میں گم رہوں گا، کچھ لکھنا بھی چاہوں، تو اس کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں گا —— جو چیزیں دیکھ کر کھو جانے کی ہوں انہیں لفظوں میں ادا کرنا کتنا مشکل ہے۔ مگر میرے دوستوں کا کہنا ہے کہ ہمیں آپ کے الفاظ سے غرض نہیں، وہ جیسے بھی ہوں، ہمیں اچھے لگیں گے کہ ان کا رشتہ سرکار ﷺ کے جلوؤں، گلیوں اور یادوں سے جڑا ہوگا —— ہمیں تو ان لفظوں کے سہارے وہاں پہنچنے کی حسرت ہے جہاں اپنے خوابیدہ مقدر کی بیڑیاں نہیں جانے دیتیں اور دل وفا پیشہ ٹوٹ ٹوٹ سا جاتا ہے —— کیا آپ ہم سے یہ سہارا بھی چھیننا چاہتے ہیں —— یا آپ نہیں چاہتے کہ چند ساعتوں کے لئے ہم بھی مدینہ پاک کے پرکیف تصور میں کھو جائیں اور بیٹھے بیٹھے ہماری حاضری ہو جائے۔

اپنے احباب کے صحیفۂ عشق کی ان آیات کو سن کر میرے جذبات امنڈ آئے اور مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ وادی نور کی بکھری ہوئی ان یادوں کو میں ضرور سمیٹوں گا —— اس میں کچھ اور نہ سہی، سرکار کے دامن سے وابستہ یادوں کی خوشبوئیں تو ہوں گی —— روضۂ پاک پر آنسوؤں کی زبان میں اپنی فریاد پیش کرنے والے غلاموں کا ذکر تو ہو —— باب جبریل کے پاس کھڑے ہو کر "یا نبی سلام علیک" اور "مصطفٰی جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھنے والے ان عاشقوں کی منظرکشی تو ہو گی جو وہاں کے مطوع (عالم) اور پولیس کی جھڑکیاں کھا کر بھی نماز عشق سے باز نہیں آتے تھے۔

کعبۃ اللہ اور مدینۃ النبی کی حاضری سے ملنے والی تجلیات اور حضوری کی کیفیات کو لفظوں میں قید کرنا، میرے لئے کیا کسی کے لئے ممکن نہیں، سب کے سب اپنے مشاہدات و تاثرات مرقوم کرتے ہیں اور اس جذبے سے کرتے ہیں کہ کعبہ و روضہ کے پرنور چھاؤں میں گذرنے والے لمحوں پر مشتمل تاثرات کا یہ گلدستہ توشۂ آخرت ثابت ہو —— میں نے بھی مدینہ پاک کا تصور جما کر اپنے بکھرے ہوئے تاثرات کو اسی نیت سے جمع کرنا چاہا ہے اور بس۔

غرض زسجدہ و میخانہ ام وصال شماست
جز ایں خیال ندارم خدا گواہ من ست

۞

وادی نور کا سفر میرا سب سے متبرک، عظیم اور پاکیزہ خواب تھا جو حضور ﷺ کے کرم سے شرمندۂ تعبیر تو ہوا مگر میرے لئے آج بھی وہ سفر ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔ حرمین کی پرنور وادیوں کی سیر خانۂ کعبہ کو جاگتی آنکھوں سے دیکھنے، چھونے اور چومنے کا شرف، دیارِ حبیب میں حاضری کی سعادت اور وہاں کی تاریخی سعادتگاہوں کے دیکھنے کا اعزاز، یہ سب کچھ اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے خواب معلوم ہوتا ہے —— مگر جب سرکار کی عنایات پیہم اور بندہ پروری پر نظر کی جاتی ہے تو خوابوں کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے اور میں وادی نور کے سفر کی سرشاری کیفیت میں ڈوب جاتا ہوں —— میرا حج حضور ﷺ کی بندہ پروری، ان کی عطا و بخشش او کرم و نوازش کا صدقہ ہے اور بس۔

میں نے اپنا پاسپورٹ ۲۱/اپریل/۱۹۹۳ء میں الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سیٹی کی تدریسی خدمات کے دوران بنوایا تھا جس کی میعاد (۱۰)veluvetion/دس سال تھی ۲۰/اپریل/۲۰۰۳ء میں اسے ختم ہو جانا تھا (جو ہو گیا) حج کے سفر سے پہلے اس کا کوئی استعمال بھی نہیں ہو پایا تھا۔ ۱۹۹۹ء میں پاکستان کے ایک عظیم ادارہ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی طرف سے امام احمد رضا سمینار میں مجھے اور پروفیسر فاروق احمد صدیقی صاحب بہار یونیورسیٹی مظفر پور کو شرکت کی دعوت ملی، تیاریاں مکمل ہو گئیں تو کارگل کے ہند و پاک جنگ نے ماحول کشیدہ کر دیا نتیجۃً سفر ملتوی ہو گیا اور یوں پاسپورٹ کے تجدید پر مایوسیوں کی مہر لگ گئی۔ رفتہ رفتہ ۲۰۰۳ء بھی اختتام کو پہونچا اور پاسپورٹ کی اہمیتی میعاد کو صرف پانچ ماہ بچ گئے —— یہی وہ موقع تھا جب دل نے ٹوٹ ٹوٹ کر سرکار کو یاد کیا اشکوں کی سوغات کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حضوری کا عریضہ پیش کر دیا۔

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کے لئے حاضر غلام ہو جائے
حضور آپ جو چاہیں تو کچھ نہیں مشکل
سمٹ کے فاصلہ یہ چند گام ہو جائے
حضور آپ جو سن لیں تو بات بن جائے
حضور آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے

اور یوں واقعۃً ہمارا کام ہو گیا —— حج کی استطاعت

اگرچہ نہیں تھی مگر در رسول پہ حاضری کی تڑپ نے عمرہ کی ٹھانی کہ یوں کم خرچ میں اس بارگاہ قدس تک رسائی ہوجائے گی۔ عقل نے فتویٰ بھی لگایا کہ غیر مستطیع ہونے کے سبب آپ پر فرض نہیں، اور عمرہ کے سفر میں میقات سے گذرنے پر حج فرض ہوجائے گا۔ دل نے جواب دیا۔ ''پرواہ نہیں'' یہ یقین ہے کہ جو حج فرض کرنے والا ہے وہی پورے کرنے کی استطاعت بھی بخشنے والا ہے، خانہ کعبہ کا غلاف تھام کر حج فرض ادا کرنے کی استطاعت مانگ لوں گا۔ پھر جن کے دیار کی خوشبو نے آتش شوق بھڑکایا ہے وہ ہماری حالت سے بے خبر تھوڑی ہی ہیں۔ توکلت علی اللہ

پہلی نومبر ۲۰۰۲ء میں اہلسنت و جماعت کے مرکزی ادارہ ادارۂ شرعیہ بہار کی سالانہ کانفرنس میں تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری میاں قبلہ مدظلہ الاقدس کے ساتھ خطیب الہند، حضرت مولانا ابوالحقانی صاحب قبلہ، پٹنہ تشریف لائے۔ موصوف پہلے ''الکوثر'' نام سے حج وعمرہ ٹورز چلاتے تھے، اب الکوثر کی سروس بند ہے مگر ان کا سفر حرمین معمول کے مطابق آج بھی جاری ہے۔ ہر سال وہ حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنی اقبال مندی کی بھیک لے آتے ہیں۔ آج کل ان کی کرمفرمائیاں العائشہ ٹورز ممبئی اور المعراج ٹورز جودھ پور کے ساتھ خاص ہیں ------ میں نے ان سے رابطہ کیا، پاسپورٹ کی جاں کنی کی کیفیت دکھلائی اور عمرہ کے تعلق سے اپنی آرزوؤں کی کتاب کھولدی، وہ راضی ہوگئے، پاسپورٹ لے کر العائشہ ٹورز ممبئی کے حاجی شوکت کے نام ارسال کردیا اور یہ طے پایا کہ رمضان کا موسم بہار ہم لوگ انشاء اللہ حرمین طیبین کی پاکیزہ فضاؤں میں گذاریں گے۔

دن، ہفتہ، عشرہ، مہینہ، گذرا مگر درمیان میں نہ حضرت حقانی صاحب سے کوئی بات ہوئی اور نہ حاجی شوکت سے رابطہ ہو پایا، دل میں وسوسے سر ابھارنے لگے اور امید کی شمع پھر جھلملانے لگی۔ حضرت حقانی صاحب سے صرف بات ہی تو ہوئی تھی، حاجی شوکت سے بھی تک نہ ہمارا سامنا ہو پایا تھا اور نہ ہم نے ابھی عمرے کی رقم ہی جمع کی تھی، اس لئے دل میں خطرات کا پیدا ہونا فطری امر تھا ------ رمضان کو پانچ دن بچے تو ممبئی سے حاجی شوکت نے فون کر کے بتایا کہ حکومت ہند نے عمرہ کے لئے چند نئے قوانین نافذ کئے ہیں اور آپ چونکہ اس میزان پر پورے نہیں اترتے ہیں اس لئے آپ کو عمرہ کے لئے ویزا نہیں مل سکتا ------ اس خبر نے آرزوؤں کی دنیا اجاڑ دی، دل سے ایک سرد آہ نکلی اور میں اس مسافر کی طرح حسرت و یاس کا شکار ہوکر رہ گیا جس کے سامنے اس کی سواری چھوٹ گئی ہو۔

دل کو ٹھیس لگی ہے جب تو آہ لبوں تک آئی ہے
یوں ہی چھن سے بول اٹھنا تو شیشے کا دستور نہیں

دیار حبیب میں رمضان گذارنے کا خواب تو چور ہوگیا مگر جذبات کی شدت میں کمی نہیں آئی۔ دل کی بیتابی بڑھ گئی دعاؤں میں درد کی کیفیت کا اضافہ ہوگیا۔ اور میری تمام آرزوئیں ایک مرکز پر سمٹ گئیں ------ مدینہ، مدینہ، مدینہ ------ رمضان مبارک کا موسم بہار سفر حرمین کی آرزو کرتے گذر گیا، عید آئی اور لمحوں کی خوشی دے کر لوٹ گئی، پھر وہی آرزوؤں کی صلیب، تمناؤں کی قربان گاہ، خواہشات کا مقتل ------ جنوری کی کسی تاریخ میں پھر حقانی صاحب سے رابطہ ہوا تو انہوں نے یہ مژدہ سنایا کہ آپ کا پاسپورٹ حج کے لئے لگا دیا گیا ہے۔ مجھے اس خبر پر خوشی ضرور ہوئی مگر یقین نہیں آیا۔ اس بے یقینی کی کئی وجوہات تھیں، اس لئے میں خوش رہنے کی بجائے خاموش ہی رہا ------ حج کے ایام آگئے ------ حجاج کے قافلے لبیک اللھم لبیک کی صدا لگاتے ہوئے سوئے حرم چل پڑے اور میں بھیگی پلکوں سے انہیں دیکھتا رہا ------ جنوری کی ۲۰ رتاریخ کو العائشہ ٹورز کے حاجی شوکت کا فون آیا کہ آپ ۲ رفروری ۲۰۰۳ء تک ممبئی پہنچ جائیں، ۵ رفروری کو حج کے لئے آپ کی روانگی ہے ------ یہ خبر میرے دل مبتلائے شوق کے لئے دولت و ثروت اور حکومت و امارت، سے کہیں زیادہ اہمیت، قیمت اور خوشی کا حامل تھی ------ دل مچل مچل گیا، طبیعت باغ و بہار ہوگئی، لمحہ بھر کے لئے لگا جیسے کائنات کی ساری خوشیاں میری ذات میں سما گئی ہیں اور میں پرواز کرتا ہوا آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا ہوں۔

میں نے چپکے چپکے تیاری شروع کردی چند مخصوص احباب ومخلصین کو خبر ہوئی تو وہ سرتاپا حیرت بن گئے ایسا کیسے ہوا کب ہوا، آپ نے کبھی بتایا نہیں ------ میں انہیں کیا بتاتا کہ خبر آنے سے

پہلے تو میرے پاس بھی سوائے جھلملاتی ہوئی شمع امید اور جذبات کی فراوانی کے کچھ نہ تھا——— میں نے اپنے سفرحج کی خبر کسی کو نہیں دی، جنہیں خبر ہوئی اس کا ذریعہ میرے احباب تھے۔ میری اس خاموشی کے کئی اسباب تھے، ایک تو میں اپنے حج کی پبلیسیٹی نہیں چاہتا تھا، دوسرے ابھی میں خود پورے طور پر مطمئن نہیں تھا۔ فون کی خبر کی مطابق روانگی کے لئے صرف ۱۰ ردس دن بچے تھے اور مجھے اسی درمیان تیاریوں کی پوری دوکان سمیٹنی تھی کچھ دن پٹنہ رہ کر میں ملاقات کے لئے گھر روانہ ہوگیا۔ گھر پہونچا تو لوگوں نے حیرت اور رشک کے ملے جلے جذبات کے ساتھ میرا خیر مقدم کیا، سب کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی——— رات، وہیں سے میں نے اپنے بڑے بھائی اسداللہ خان کو رام گڑھ فون کر کے اطلاع دی۔ میری اس اچانک سفرحج کی خبر سن کر انہیں بھی حیرت ہوئی مگر یقین آنے پر ان کے لہجے سے مسرت کی ایسی خوشبو پھوٹی جس نے مجھے مسحور کر دیا——— آج میں جو کچھ بھی ہوں اس میں بنیادی کردار انہیں کا ہے ۔ بچپن سے لیکر عمر کی اس منزل تک انہوں نے مجھے جس محبت سے پالا ہے وہ میرے لئے نعمت ہے، انمول نعمت، جس کی قیمت میں چکا نہیں سکتا۔ ان کی ذات میں محبت ،شفقت، وفا، خلوص اور ایثار وقربانی کی پوری دنیا آباد ہے۔ خدا انہیں ہر پل شادکام رکھے!

کچھ دن یہاں رہ کر میں نے ضروری تیاریاں مکمل کیں، حج کے اخراجات کی پہلی قسط مجھے حقانی صاحب کے فرمان کے مطابق پوپری، ضلع سیتامڑھی میں ایک صاحب کو ادا کرنی تھی اور دوسری قسط ممبئ میں——— پہلی قسط میں نے یہاں ادا کر دی اور پٹنہ روانگی کے لئے تیار ہوگیا۔ والدہ محترمہ کی بارگاہ میں حاضری دی، قدم بوسی سے سرفراز ہوا——— کتنی ٹھنڈک، محبت اور شفقت کا احساس ہوا ، بس دل جانتا ہے۔ الفاظ اس کیفیت کے اظہار کا متحمل کہاں ہیں——— ان کے گرتے ہوئے آنسوؤں اور تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں نے دعاؤں کے ساتھ اس عظیم سفر کے لئے مجھے خدا کی رحمتوں کے حوالہ کر دیا۔ رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ——— سامنے سے ہماری دونوں ہمشیرہ آگئیں اور اپنی محبتوں کی ساری پونجی مجھ پر نچھاور کر دی ان سب کی دعائیں لیتا اور ان کے لئے دعائیں کرنے کا وعدہ کرتا ہوا باہر آگیا——— یہاں بھی لوگوں کا ہجوم، بھیگی پلکیں اور مسکراتے ہوئے چہرے، بارگاہ نبوی میں سلامی پیش کرنے والے اہل محبت کا جم غفیر۔ سبھوں کو خدا کے پیارے گھر کعبہ کی محبت اور روضۂ رسول ﷺ سے والہانہ وابستگی کھینچ لائی تھی ورنہ ملک اور بیرون ملک کا سفر تو لوگ کرتے ہی رہتے ہیں محبتوں کا یہ اظہار کہاں دیکھنے میں آتا ہے——— یہ ہمارے بھائی احمد خاں اور اسجد خاں ہیں، مخلص ایمان دار اور راست باز——— یہ بھائی صدر البدر خان ہیں جو اپنے علاقے میں پنچایتوں کے ثالث اور حالیہ انتخاب میں مکھیا منتخب ہوئے ہیں یہ ہمارے نجم الھدیٰ خان اور قمر الھدیٰ خان ہیں جو نمدیدہ آنکھوں سے الوداع کہنے اور خانہ کعبہ کے جلو میں دعا کرنے کی درخواست لے کر کھڑے ہیں یہ ہمارے بچپن کے دوست، کتابی ساتھی اور ماضی کی کتنی یادوں کے امین ہیں، جناب شکیل احمد خان، یہ سعودی رہتے ہیں ابھی رخصت پر گھر پر آئے ہوئے ہیں ان کو افسوس ہے کہ سفر حرمین میں وہ ہمارے ساتھ نہیں، ورنہ رفاقت نامہ میں حجاز مقدس کی پاکیزہ یادوں کے کتنے نقوش محفوظ ہو جاتے۔ دو دوسری طرف ہمارے بھانجہ اکمل القمر خان ہیں، یہ بھی طائف رہتے ہیں، دو سال کی صبر آزما محنت ومشقت کے بعد گھر آئے ہیں وہ بار بار کہتے ہیں ماموں! کاش آپ میری موجودگی میں وہاں پہونچتے تو میں بھی آپ کے ساتھ حرمین کی مقدس زیارت گاہوں کی سیر سے مشرف ہوتا۔ کچھ دور ہمارے عزیزوں کی جماعت ہے ضیاء البصر، اجمل المھر شاہد رضا، نور السحر، مشاہد رضا، نیر الھدیٰ، حافظ عبدالباسط، مجاہد رضا سیفی، وقار، اور حماد رضا——— یہ سارے چہرے یہاں کی طرح وہاں بھی یاد آئے اور ہماری دعاؤں میں برابر شریک رہے۔

۲۷ رجنوری ۲۰۰۳ء کو اپنے آبائی گاؤں رضا باغ گنگٹی ضلع سیتامڑھی سے چل کر پٹنہ پہونچا اسی تاریخ میں احباب مخلصین نے نوری چھاڑ کی مسجد درگاہ روڈ میں محفل میلاد کا پروگرام رکھا تھا، جن میں محب مخلص شاکر رضا عرف پپو، جناب اسرائیل بھائی حافظ شاکر رضا، بابو بھائی، شبلی بھائی اور لاڈلے بھائی پیش پیش تھے ، اس محفل میں استاذ مکرم فقیہ النفس حضرت مفتی

محمد مطیع الرحمٰن رضوی صاحب مدظلہ العالی، مولانا ثناء المصطفیٰ رضوی، مولانا سید احمد رضا، قاری نوازش کریم فیضی، حافظ غلام جیلانی، مولانا صفی اللہ نوری، مولانا نور الھدیٰ وغیرہ کی تشریف آوری سے محفل کی رونق مزید بڑھ گئی تھی۔ مولانا نور الھدیٰ اور شاکر بھائی نے ایسے والہانہ انداز میں نعتیں پڑھیں کہ احساس پر روضۂ پاک کا تصور غالب آ گیا اور لگا جیسے ہم گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھے اپنے وجود کو معطر کر رہے ہیں۔ مولانا ثناء المصطفیٰ اور مولانا سید احمد رضا نے سفر حرمین اور عشق سرور کونین کے موضوع پر تقریر کی، استاذ مکرم حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ کو سننے کے لئے بھی لوگ بیقرار تھے، مگر خود مفتی صاحب کی بیقراری نے، انہیں دو لفظ بھی بولنے نہیں دیا—— وہ محفل کی ابتدا سے انتہا تک خاموش رہے مگر ان کی خاموشی ان کے غم کی روداد کہتی رہی اور ان کے بہتے ہوئے آنسوؤں نے ان کے قلبی اضطراب کی پوری داستان کہہ دی ؎

آنکھ سے آنسو چھلک جائے تو کیا مفہوم ہے
قمیرے دل کی کیفیت سرکار کو معلوم ہے

کعبۃ اللہ کے دیدار شوق اور روضۃ النبی پہ جانے کی حسرت کس مومن کے دل میں نہیں؟ وسائل کا محدود اور ذرائع کا مفقود ہونا اور بات، مگر دل کے جذبات پر کون پہرہ لگا سکتا ہے—— دل اگر زندہ اور عشق نبی کے زخموں سے تابندہ ہے تو مدینہ کے نام پر دھڑکنا بھڑکنا اور جل جانا ہی اس کا شیوہ ہے—— ذکر نبی کی اس محفل میں غم کا لوبان سلگتا اور قلب کا گلدان مہکتا رہا، پلکوں پہ اشکوں کے ستارے جلتے اور بجھتے رہے۔ جذبات میں بہنے اور اشق غم پینے کا یہ دور رات گئے تک چلتا رہا اور صلاۃ و سلام پر محفل کا اختتام ہوا

یہ رات آنکھوں آنکھوں میں کٹ گئی، رات بھر اس عظیم سفر کی لذت سے سرشار رہا—— بیت اللہ کے دیکھنے کا شوق اور مدینہ پاک کی حاضری کے تصور سے جو سرور مل رہا تھا اسے لفظوں میں نہیں سمیٹ سکتا، جن پر یہ کیفیت گذری ہے وہ محسوس کر سکتے ہیں—— مگر خوشی کے ساتھ خوف کا ایک پہلو بھی دل کے نہاں خانہ میں کہیں نہ کہیں چھپا تھا، جو سر ابھارتا، اور توہمات کے کیڑے دوڑتے بھاگتے نظر آتے، کیا سچ مچ مجھے سرکار نے حضوری کی اجازت دی ہے؟ کیا میرا نصیب اتنا ہی مسعود ہے کہ میں حجاز مقدس کے نورانی ذروں کو چوم سکوں جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے امالی کے سبب سارے جہاں کے لئے رشک کا سامان ہیں۔

ع ایک تو ہم سوا ندیشۂ عشق میں ناکامی کا سبب

یہ خیالات ذہن میں ابھرتے تو قلبی اضطراب بڑھ جاتا۔ نہ مجھے ظاہری وسائل میسر تھے اور نہ جامی و رضا سا عشق ہی میرے حصہ میں آیا تھا کہ میں خود کو اس سعادت کا مستحق سمجھتا—— یہ خیال بھی آتا کہ میں نے حج کا فارم خود تو بھرا نہیں اور نہ ویزا اسٹمپنگ کی کوئی سند ہی میرے پاس ہے کیا پتہ کہ یہ تقدیر کا بھیانک مذاق ہو اور مجھے ممبئی سے واپس لوٹنا پڑے—— اگر ایسا ہی ہوا تو ------ میں تھرتھرا گیا، اور توہمات کے روزن سے دستک دیتے ہوئے سانحہ نے آنکھیں چھلکا دیں—— مگر یہ توہمات تھے اور میری نظر اپنے سرکار کی عنایتوں پر تھی میں لاکھ گنہگار سہی مگر ہوں تو ان ہی کا—— میں نے رات کی پر درد تنہائی کا دامن تھام کر امام عشق محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے لفظوں میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشکل کشائی کی بھیک مانگی

اے شافع امم شہ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری، للہ لے خبر
دریا کا جوش، ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا
میں ڈوبا تو کہاں ہے مرے شاہ لے خبر
پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا
ان کی جو تھک کے بیٹھے سر راہ لے خبر
مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

استغاثہ مکمل ہوتے ہوتے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا جیسے یہ عریضہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا ہو۔

۲۸ رجنوری کا دن میرے لئے مصروف ترین دن تھا، کچھ سامان کی خرید باقی تھی، سامان کی پیکنگ کا مسئلہ بھی جوں کا توں تھا، احباب و مخلصین سے ملاقات کے سلسلے بھی بند نہیں ہوئے تھے—— صبح کے وقت مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب ڈاکٹر بھائی

کے ساتھ آ گئے۔ حج سے متعلق ایک کتاب پیش کی اور فرمایا اسے پاس رکھ لیں حرمین کے سفر میں اسے دیکھتے وقت میں یاد آجاؤں تو اپنی دعاؤں میں شامل کر لیجئے گا—— وقفے وقفے سے مولانا انصار الحق صاحب نوری، مولانا صفی اللہ خان نوری، مولانا سید احمد رضا، مولانا طارق ہاشمی، مولانا عظمت اللہ، قاری نوازش کریم فیضی، مولانا نور الھدیٰ خان، حافظ غلام جیلانی اشرفی، مولانا قمر الدین نظامی، ڈاکٹر نثار فیضی، عبد الخالق وغیرہ تشریف لاتے رہے اور خانۂ کعبہ کے سایہ میں دعا کرنے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کی درخواستیں کرتے رہے۔ شام کے وقت محترم جناب الحاج شمیم اختر صاحب رضوی نے اپنے یہاں مدعو کیا، نصیحتیں کیں، وہاں پیش آنے والی ضروریات اور اس کے حل کے صورتیں بتائیں احرام کا مکمل سیٹ، بیلٹ اور تھرمس وغیرہ پیش کیا۔ میں اس نوازش پر ان کا شکر گذار ہوں۔ ان کی نصیحتیں بہت کام آئیں خاص کر زمزم شریف کے تعلق سے یہ نصیحت کہ زمزم شریف کے جس ڈبہ پر ماء غیر مبرد (Normal Water) لکھا ہوا سے استعمال کریں گے کہ اس میں برف کی آمیزش نہیں ہوتی۔ الحاج سید آفتاب صاحب، جناب اسرائیل رضوی، جناب جلال الدین صاحب، جناب مانو خان صاحب، الحاج سمیع صاحب اور الحاج خلیق صاحب سب کے سب ہمارے کرم فرما ہیں، جنھوں نے پزیرائی کی، خوشی و مسرت کا اظہار کیا، مجھے دعاؤں سے نوازا اور دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست کی

الحاج غلام رضا عرف منے میاں، الحاج سید شناء اللہ رضوی، ناظم اعلیٰ ادارۂ شرعیہ بہار اور ڈاکٹر سید ابونصر صاحب کی محبتیں، کرمفرمائیاں کیسے بھول سکتا ہوں یہ حضرات مجھ سے جس محبت کا برتاؤ کرتے ہیں وہ میرے لئے قابل قدر انعام ہیں اور دوسروں کے لئے رشک کا سامان۔ اللہ رب العزت ہمارے تمام احباب اور بزرگوں کو سلامت رکھے!

دوپہر کے کھانے کی دعوت الحاج خلیق صاحب (نواب منزل) نے اپنے یہاں کی تھی، لینے آ گئے، تو وہاں حاضر ہو گیا خلیق صاحب کی فیملی فی الحال بہت محدود ہے ان کی اہلیہ ایک بچی غوثیہ، ایک معذور لڑکا خالد، ان کے بڑے فرزند جناب قمر عرف راجو خان جو ممبئی رہتے ہیں اس وقت وہ یہیں تھے اور آج ہمارے ساتھ انہیں ممبئی روانہ ہونا تھا، غوثیہ عرف ومی میڈیکل کی طالبہ ہیں گھر کا ماحول اسلامی ہے عقائد اہلسنت پر سختی سے قائم ہیں خاص کر ہمارے خلیق بھائی بدعقیدوں اور گستاخان رسول ﷺ کے معاملہ میں جس جذبے کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ دیدنی ہوتا ہے—— دوپہر کا کھانا ہم لوگوں نے ساتھ کھایا اور برسوں بعد ناگپوری طرز کے کھانے کی لذت ملی جسے ان کی بچی غوثیہ نے بنایا تھا،

شام میں محترم ڈاکٹر ابونصر صاحب نے اپنے یہاں مدعو کیا تھا، حاضر ہوا۔ اخلاص و محبت اور خلق و وفا کی کتنی سوغاتیں ملیں یہ مرا دل ہی جانتا ہے۔ پورا گھر اخلاق و محبت کا پیکر اور ایثار کا مجسمہ ہے ان کے خاندانی وقار، تمکنت اور ایثار و قربانی کا اثر اب بھی اسلام کے عہد رفتہ کی یاد دلاتا ہے۔ خدا ان سب کے وجود کا سائبان سلامت رکھے!

عصر کی نماز کے بعد احباب سے اجازت لے کر سامان کی پیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ شاکر بھائی عرف پپو، بابو بھائی، اسرائیل بھائی، حافظ شاکر صدر الدین بھائی، عزیزی سیف العمر خان اور آفاق سب کے سب نے کام بانٹ لئے اور گھنٹوں کا کام دو گھنٹے کے اندر سمٹ گیا۔ اپنے تمام سامان کے ساتھ میں نے حدیث پاک کے فرمان کے مطابق آئینہ، کنگھی، تیل، سرمہ، مسواک اور سوئی دھاگہ بھی رکھ لیا کہ سفر کی سنتیں ہیں——

مغرب کی نماز میں لوگوں کی تعداد معمول سے کہیں زیادہ تھی، ان سبھوں کو بھی اس مبارک سفر کی کشش ہی کھینچ لائی تھی۔ یہ سب پروانے تھے جو کعبہ مقدسہ کی عظمت اور روضۂ رسول ﷺ کے تقدس پر جان نثاری کے جذبے سے سرشار تھے۔ ان میں کچھ وہ تھے جن کے مقدر کی ارجمندی انہیں حرمین طیبین کی سیر کرالائی تھی، ان کی آنکھوں میں بیت اللہ اور بیت الرسول کی رعنائیاں مسکرا رہی تھیں لیکن ایسے افراد کی کثرت جن کی آنکھوں میں آرزوؤں کی شمعیں جھلملا رہی تھیں اور وہ ہمہ تن حسرت بن کر مجھے

الوداع کہنے آئے تھے

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام
او در یار کے جانے والے

میں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس دن پہلی بار احساس ہوا کہ میں نماز میں اپنے خدا سے ہمکلام ہوں، روح کی گہرائی سے نکلتی ہوئی آواز نے خود مجھے سیراب کر دیا، میرا پورا وجود، درد و سوز کی اس کیفیت میں ڈوب گیا جس کا اس سے پہلے احساس تک نہیں تھا، میں نے اس وقت تک جتنی نمازیں پڑھی تھیں کسی میں وہ کیف، درد، سوز، لذت اور سرور نہیں مل سکا تھا جس کا عرفان آج ہوا۔ اے کاش یہ لذت عشق دوامی ہو جائے اور میں نماز کے وسیلہ اپنے رب کے تقرب اور ہمکلامی کے مزے لیتا رہوں۔

نماز پڑھ کر باہر آیا تو پھر احباب نے اپنی محبتوں کی جھرمٹ میں لے لیا یہ جناب سید آفتاب صاحب ہیں جنہوں نے دو سال قبل حج کی سعادت حاصل کی ہے مجھے اپنے تجربات سے آگاہ کرتے ہوئے محبت وعقیدت سے کہتے ہیں: امجد صاحب! سرکار ﷺ کے روضہ پر میری طرف سے ایک نعت ضرور پیش کیجئے گا۔ میں وعدہ کر لیتا ہوں کہ یہی حسرت تو برسوں سے میرے سینے میں بھی پل رہی ہے

میرے بھی ارماں مچل رہے ہیں
چراغ حسرت کے جل رہے ہیں
کبھی سنا تا میں نعت در پر
درود تم پر سلام تم پر

پٹنہ سیٹی سے انور حسن عرف انی اور عبد المتین صاحب تشریف لائے انہوں نے وہاں سے اپنی والدہ کے لئے کفن لانے کی گذارش کر دی جو میں نے قبول کر لی۔ کچھ دیر بعد ہمارے مخلص دوست جناب، سید احسان احمد شاذ قادری اور ٹی، ایم ضیاء الحق آ گئے۔ شاذ قادری کی شاعری نئے نئے علاقے فتح کرنے کی تاثیر رکھتی ہے اور ضیا صاحب کا اخلاص دلوں میں گھر کرنے کا فن جانتا ہے ان کی عنایتوں سے فارغ ہوا تو علمی مجلس بہار کے سکریٹری جناب پرویز عالم صاحب کی محبت، نوازشات اور کرمفرمائیوں نے اپنی طرف متوجہ کر لیا، پرویز عالم صاحب اردو زبان وادب کے بےلوث خادم ہیں، مذہبی امور میں بھی اپنی صلاحیتوں کے استعمال سے قطعاً گریز نہیں کرتے، یہ لوگ وہ ہیں جو ہمیں اپنی محبتوں کا اسیر رکھتے ہیں۔ اور میں اس اسیری کو اپنے لئے انعام سمجھتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد ہمارے الحاج خلیق بھائی پھر تشریف لائے اور الوداعی ملاقات کے لئے اپنے گھر لے گئے سب سے پہلے مجھے یہیں پھولوں کا ہار پہنایا گیا، میں دعاؤں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوا۔ پھر مانو بھائی کے گھر جانا ہوا ان کے گھر کے سبھی افرد نے محبتوں کا نذرانہ پیش کیا اور دعاؤں میں یاد رکھنے کی گذارش کی۔ میں وعدہ کرتا ہوا واپس آیا ——— اسرائیل بھائی گھر لے گئے ان کے یہاں دعا کی تقریب ہوئی، پھر جلال الدین صاحب کے گھر دعا کرنے کے بعد مسجد واپس آ گیا۔

ٹرین کا وقت بہت قریب آ گیا تھا اس لئے تازہ وضو کر کے چار رکعتیں سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھکر درود وسلام پڑھتا ہوا مسجد سے باہر آ گیا۔ مسجد کے سارے نمازی، دوست احباب، مخلصیں، شناسا، غیر شناسا سب کے سب منتظر نظر آئے، ان میں ادارۂ شرعیہ بہار کے مہتمم مولانا غلام رسول صاحب بلیاوی بھی تھے جن کے اقبال کا سورج ابھی نصف النہار پر ہے ہندوستان کا ہر خطہ ان کی انقلابی تقریروں سے گونج رہا ہے۔ وہ ادارۂ شرعیہ کے دیگر تمام اسٹاف کے ساتھ اپنی گاڑی کے پاس موجود تھے دوسری طرف الحاج سید ثناء اللہ صاحب اپنی گاڑی لئے کھڑے تھے۔ ایک ایک کر کے سارے افراد سے مصافحہ ومعانقہ ہوا الحاج ثناء اللہ صاحب نے اپنی گاڑی میں بیٹھا لیا۔ درود وسلام ودعا کے سایہ میں سفر کے پہلے حصے کا آغاز ہوا۔ راستہ میں الحاج منے میاں صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے دولت کدہ پہ پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ بہت دیر سے ہم لوگوں کے منتظر ہیں، چند ہی لمحے وہاں قیام رہا مگر الحاج منے میاں صاحب نے انہی چند لمحوں میں اپنے تجربات اور حرمین کے سفر کی پوری روداد بیان کر دی، انہیں خدا نے دو بار حج کی سعادت نصیب فرمائی ہے، مگر ہر بار لوٹتے وقت ان کے دل کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت نے کیا نہال کیا
نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لا کے قفس میں شکستہ بال کیا

یہاں سے اسٹیشن کے لئے روانہ ہوا الحاج ثناء اللہ صاحب نے موبائل سے علی گڑھ فون کرکے اپنے صاحب زادے عزیزم فرید امان اللہ سے گفتگو کرائی، وہ علی گڑھ میں میڈیکل کا کورس کررہے ہیں، ان سے گفتگو کرتے ہوئے ہم لوگ اسٹیشن پہونچ گئے، بیتابوں کی بھیڑ پہلے سے وہاں موجود تھی اب کاروان عشق کا دوسرا جتھہ بھی وہاں پہونچ گیا، اہلسنت کی عالمی تحریک دعوت اسلامی کے حضرات بھی سر پر سبز عمامہ سجائے نعت پاک گنگناتے ہوئے آگئے، دعوت اسلامی پٹنہ کے نگراں جناب سرفراز بھی ساتھ ہیں جوان العمری میں انہوں نے اپنے اوپر سنتوں کا جو رنگ چڑھایا ہے وہ قابل رشک ہے —— یہ مولانا نور الھدیٰ خان گنگٹوی ہیں، جسم سے جان تک خلوص ہی خلوص اور محبت وایثار کے پیکر، دوسروں کے کام آنا ان کی فطرت ہے محبت میں ڈوب کر نعت پڑھتے ہیں اور خوب پڑھتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے دوستوں کی جماعت بھی محبتوں کا تحفہ لئے کھڑی ہے —— بھائی صدرالدین نے اس پاکیزہ اجتماع کے موقعے پر جھوم جھوم کر حسب موقع نعت پڑھنی شروع کردی۔

شکستہ دل نے تمہیں پکارا خدارا دے دو مجھے سہارا
لٹارہی ہیں یہ آنکھیں گوہر درود تم پر سلام تم پر
کوئی تو ہاتھوں میں ہاتھ دے گا کوئی ہمارا بھی ساتھ دے گا
پڑے ہیں رستے میں آس لے کر درود تم سلام تم پر
مدینہ جانے کی آرزو ہے نظر کو طیبہ کی جستجو ہے
بلالو امجد رضا کو در پر درود تم پر سلام تم پر

ان کے بعد جناب سرفراز صاحب نے بھی اپنے جذبات پیش کئے —— نعت کی یہ محفل روح میں رس گھول رہی تھی کہ گاڑی کے آنے کا اعلان ہوا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھ گئے۔

خدایا تیرا کرم ہے کہ مجھے یہ مبارک دن نصیب ہوا، تیری ہی دی ہوئی توفیق سے میں اس مبارک سفر کے لئے نکل پڑا ہوں جس سے بہتر کوئی سفر نہیں، میرے لئے اس سفر کو آسان فرما، منزل مقصود تک پہونچا کر دل کی تڑپ اور آنکھوں کی حسرت نکال دے۔ اور جس طرح بے سروسامانی کے باوجود مجھے اذن سفر دیا ہے، ان سب کو دے جو اس دن کے آرزو میں جیتے اور مرتے ہیں —— خدایا! یہ سارے حضرات جو تیرے گھر کی زیارت کرنے والے کو بادیدۂ شوق دیکھنے اور الوداع کہنے آئے ہیں ان کی پاکیزہ آرزوؤں پر قبولیت کی پھوار برسا اور انہیں ساحل مراد سے ہمکنار کردے۔

دعا سے فارغ ہوا تو اپنے مشفق استاذ فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ رضوی مدظلہ العالی پر نظر پڑی، لپکتا ہوا ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا، دست بوسی کی اور ان کے پہلو میں کھڑا ہوگیا۔ رات کی طرح آج بھی ان کی اضطراری کیفیت ان کے عشق رسول کی داستان سنارہی تھی ع

''عشق سریست کہ از چہرہ عیاں خواہد شد''

فکر وفن کا شہنشاہ اور علم کا یہ کوہ ہمالہ عشق رسول میں کیسا ٹوٹا ،بکھرا اور گھلا گھلا نظر آرہا تھا —— غم ہجر کا مجسمی پیکر اور درد کی مکمل تصویر ؎

درفراق تو یارسول اللہ
سینہ دارد چہ بیقراریہا
دارم اے گل بیاد زلف ورخت
سحر و شام آہ و زاریہا

یہ عشق کی وہ آگ ہے جو بھڑکتی ہے تو خوشبوؤں کا سیلاب آتا ہے، رحمت خداوندی کی پھواریں برستی ہیں، اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ؎

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا
کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے

کا مژدۂ جانفزا کانوں میں مسرت کے رس گھولتا ہے —— ہاں یہی وہ آگ ہے جو جلاتی تو ہے مگر آخرت میں جلنے نہیں دیتی

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

ٹرین آگئی، میں سب سے مصافحہ ومعانقہ کرتا، دعائیں لیتا اور دیتا ہوا اپنے رفیق سفر محترم راجو خان کے ساتھ ٹرین پر سوار ہوگیا۔ فرط جذبات سے میری آنکھیں چھلک پڑیں، ٹرین ممبئی کے لئے روانہ ہوئی اور میری زباں پر درود کے ساتھ سفر کی دعا کے یہ کلمات جاری ہوگئے **سبحان الذی سخر لنا ھذا و ما کنا له مقرنین و انا الی ربنا لمنقلبون**

جاری۔۔۔۔۔

بنارس کی سرزمین پر جانشین حضور تاج الشریعہ کا تاریخ ساز دورہ

ہزاروں افراد کا سلسلہ رضویہ میں داخل، قائد ملت کا روح پرور خطاب

مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل قادری: مہتمم، جامعہ تاج الشریعہ، بنارس

مرکز اہل سنت بریلی شریف سے بنارس کے گہرے روابط رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ (م ۱۹۲۱ء) نے دو مرتبہ بنارس کا سفر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں سرزمین بنارس سے ۶۲/ استفتا کیے گئے، جن میں قطب بنارس مولانا رضا علی بنارسی قدس سرہٗ (م ۱۸۹۵ء)، قطب بنارس مولانا شاہ عبد الحمید فریدی بنارسی قدس سرہٗ (م ۱۹۲۱ء) جیسی نابغہ روزگار شخصیتیں اپنے درپیش مسائل کی عقدہ کشائی کے لیے حاضر ہوئیں۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہٗ (م ۱۹۴۳ء) اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہٗ (م ۱۹۸۱ء) کی بارہا بنارس تشریف آوری ہوتی رہی۔ مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۱۹۶۵ء)، ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۱۹۸۵ء)، امین شریعت مولانا سبطین رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م ۲۰۱۵ء) صدر العلماء مولانا تحسین رضا خا قادری (م ۲۰۰۷ء)۔ عہد بہ عہد مرکز اہل سنت بریلی شریف کے بزرگوں کی آمد سے سلسلۂ رضویہ کے فروغ وارتقا کی ایک نئی تاریخ مرتب ہوئی۔ وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری قدس سرہٗ (م ۲۰۱۸ء) کے تو بنارس پر خاص فیضان رہے ہیں، آپ اہل بنارس سے بڑی محبت فرماتے اور اسے اپنا وطن ثانی سمجھتے تھے۔ شہر بنارس کی ایک بڑی تعداد آپ کے حلقۂ ارادت میں تھی۔ غرض کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ سے لے کر دورِ حاضر تک خانوادۂ رضویہ کی نوازشات اہل بنارس پر رہی ہے۔

۲۰۱۸ء حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بنارس میں آل انڈیا تبلیغ سیرت کے زیر اہتمام عرس چہلم کا عظیم الشان پروگرام منعقد کیا گیا، حضور تاج الشریعہ کے وصال کے بعد جانشین حضور تاج الشریعہ، قائد ملت، قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری دامت برکاتہم العالیہ کی یہ پہلی آمد تھی۔ (حضور تاج الشریعہ کی حیات میں آپ بارہا بنارس تشریف لاتے رہے۔) حضور قائد ملت کی بنارس آمد اور عوام اہل سنت کا ان سے عشق وعقیدت کے والہانہ انداز سے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔ ۲۰۱۹ء میں پتر کنڈہ بنارس کی سرزمین پر عرس تاج الشریعہ کے موقع سے دوسری مرتبہ حاضری ہوئی، اس میں بھی عوام اہلسنت کی ایک بڑی تعداد آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئی۔

کافی عرصہ سے حضور قائد ملت کی بنارس آمد نہیں ہوئی تھی، اہل بنارس آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ حضور قائد ملت نے بنارس آمد کی اجازت مرحمت فرما کر اہل بنارس کا مرکز اہل سنت بریلی شریف سے جو گہرا رشتہ تھا، اسے مزید استوار فرمایا۔ ۲۱/ مارچ تا ۲۵/ مارچ ۲۰۲۱ء حضور قائد ملت کے پانچ روزہ دورے کا اعلان جیسے ہی سوشل میڈیا کے ذریعہ ہوا، عوام اہل سنت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، پورے بنارس نے اپنے قائد کے لیے تیاریاں شروع کر دیں، آمد سے قبل ہی بچے بچے کی زبان پر اس طرح کے شعر عام ہونے لگے، گلی گلی کوچے کوچے میں بچے چلتے پھرتے یہ اشعار گنگنانے لگے:

ہے بنارس شاد و شاداں زندہ باد
آمد عسجد رضا خاں زندہ باد
چلو اب حضرت عسجد رضا کا تھام لو دامن

انھیں سے اب چلے گا سلسلہ تاج الشریعہ کا

بنارس کا چپہ چپہ اپنے آقائے نعمت، پیشوائے امت کے دیدار کے لیے سراپا منتظر تھا، ہر شخص اسی جلوے میں کھو جانا چاہتا تھا، سب کی نگاہیں اس نوری پیکر کی راہوں میں بچھی ہوئی تھیں، جن کا وجود اہل سنت کے لیے کسی عظیم نعمت سے کم نہیں۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، ۲۰/مارچ ۲۰۲۱ء بنارس سے خلیفۂ حضور تاج الشریعہ محب گرامی حافظ وقاری سیف الملک رضوی کی قیادت میں ایک قافلہ حضور قائد ملت کو لینے کے لیے ڈالٹن گنج ضلع پلاموں، جھارکھنڈ روانہ ہوا، وہاں سے ۲۱/مارچ ۲۰۲۱ء صبح ۱۱/بجے یہ قافلہ اپنے قائد کو لے کر بنارس آ گیا۔ آفتاب رشد وہدایت، حضور قائد ملت نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے بنارس کی سرزمین کو شرف بخشا۔ ہر چہار جانب مرحبا کی صداؤں سے پورا علاقہ شگفتہ ومعطر تھا۔ عوام اہل سنت کی ایک بڑی تعداد ازہری میدان، ریوڑی تالاب میں حاجی عبدالعظیم رضوی، حاجی عبدالرب رضوی کے ہمراہ حضور قائد ملت کے استقبال کے لیے موجود تھی ،حضرت کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ حضور قائد ملت کے ہمراہ داماد قائد ملت حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری کی بھی تشریف آوری ہوئی۔

آج یعنی ۲۱/مارچ کو دو پروگرام میں حضور قائد ملت کو شرکت فرمانا تھا، بعد نماز مغرب نگینہ مسجد، ریوڑی تالاب میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام جشن معراج النبی ﷺ و یاد حضور تاج الشریعہ اور بعد نماز عشاء انجمن غلامان تاج الشریعہ، اشفاق نگر کے زیر اہتمام ''محفل رنگ رضا'' کا انعقاد کیا گیا۔ حضور قائد ملت کی آمد پر نگینہ والی مسجد کو خوب سجایا اور سنوارا گیا، پوری مسجد بقعہ نور بنی ہوئی تھی، اس کی دلکشی اور زیبائی قابل دید تھی، عوام اہل سنت کے بہت سارے خوش قسمت احباب کو حضور قائد ملت کی امامت میں نماز مغرب ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد نماز مغرب قاری خوش الحان حافظ وقاری فاروق رضا برہانی کی تلاوت سے محفل کا آغاز ہوا، مداح رسول سید کیفی علی رضوی، بریلی شریف، مولانا رفیق رضا قادری، ممبئی، مظفر رضا قادری بریلوی اور مولانا حاشر رضا نے نعت ومنقبت کے نذرانے پیش کیے۔ داماد حضور قائد ملت حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری نے معراج کی حکمت اور نماز کی اہمیت پر ایک پُرمغز خطاب فرمایا، اس کے بعد بلا تاخیر نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ مائک حضور جانشین تاج الشریعہ کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ نے سب سے پہلے بڑی تعداد میں عوام اہل سنت کو داخل سلسلہ فرمایا اور پند ونصائح پر مشتمل ایک مختصر خطاب بھی فرمایا، پھر صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ کا اختتام عمل میں آیا، اسی موقع پر جامعہ زینت الاسلام سے فارغ ہونے والے ۱۰/حفاظ کرام کے سروں پر دستار حفظ کا تاج زرّیں جانشین حضور تاج الشریعہ کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر مولانا محمد شکیل رضوی، مولانا محمد عمر رضوی، مولانا صلاح الدین رضوی اور مولانا عبادت حسین رضوی کو حضور قائد ملت نے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

قیام گاہ پر کچھ دیر آرام کے بعد حضور قائد ملت محلّہ اشفاق نگر میں انجمن غلامان تاج الشریعہ کے زیر اہتمام ''محفل رنگ رضا'' میں تشریف لے گیے، یہاں بھی جانشین حضور تاج الشریعہ کا شاندار استقبال کیا گیا، لوگوں کا والہانہ پن دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ہزاروں کا مجمع جلوۂ قائد ملت کی صرف ایک جھلک دیکھنے کو بیتاب تھا، جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں صاحب قبلہ نے حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے اس شعر سے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا:

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

پھر وعظ ونصیحت کے چند کلمات فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بزرگان دین نے ہمیں جو سچائی کا درس دیا ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی پیروی کریں۔ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کر دیں

آپ صحابۂ کرام کی زندگی کو دیکھیں، تابعین کرام کی زندگی کو دیکھیں، غوث اعظم کی زندگی کو دیکھیں، خواجہ غریب نواز کی زندگی کو دیکھیں ،اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ کی زندگی کو دیکھیں۔ وہ کیا درس دے گئے؟ یہ بزرگان دین سچائی کا درس دے گیے، دنیا سے چلے گئے، ہم آگے ضرور بڑھیں مگر ان بزرگوں کے نقش پا کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔ اس کے بعد کثیر تعداد میں شرکاء نے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس سے قبل مولانا فہیم نواز ثقافی اور مولانا ابوشحمہ کا بیان بھی ہوا، مداح رسول سید کیفی علی رضوی، رفیق رضا قادری، مظفر رضا قادری اور شہباز رضا نے نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے۔

۲۲؍مارچ ۲۰۲۱ء: صبح سے ہی قیام گاہ پر حضور قائد ملت سے ملنے والوں کا ہجوم رہا، جوق در جوق لوگ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں حضور قائد ملت کے ہاتھوں پر بیعت ہوتے رہے۔ بعد نماز عصر حضور قائد ملت کا قافلہ للّہ پورہ کے لیے روانہ ہوا، ویلکم لان میں انجمن فیضان تاج الشریعہ کے زیر اہتمام جشن عید میلاد النبی ﷺ و بزم غوث الوریٰ کا انعقاد نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا۔ جلسہ گاہ میں پہنچنے پر عوام نے بڑے جوش و عقیدت کے ساتھ اپنے محسن و مربی کا شاندار استقبال کیا۔ حضور قائد ملت نے مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور تاج الشریعہ نے ارشاد فرمایا:

مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے

اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ کی تعلیمات پر عمل کریں، بزرگوں کے دامن کو مضبوطی سے پکڑیں۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں عوام نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی، یہیں پر مغرب کی نماز حضور قائد ملت کی اقتدا میں ادا کی گئی، صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ جلسہ ہٰذا میں علماے کرام کی ایک کثیر تعداد شامل تھی، جن میں چند اسمایہ ہیں: حضرت علامہ قاری دلشاد احمد رضوی، مولانا مظفر حسین رضوی، مولانا محمد عمر رضوی، مولانا حافظ شفیع احمد، مولانا سید معراج الدین، مفتی عبد الحنان رضوی، مولانا محمد تیسیر الدین رضوی، حافظ محمد کلام نوری وغیرہ علما قابل ذکر ہیں۔

یہاں سے حضور قائد ملت کا قافلہ مقبول عالم روڈ کے لیے روانہ ہوا، مسجد دائم خاں کے باہر عوام اہل سنت کی ایک بڑی تعداد اپنے قائد کے استقبال کے لیے موجود تھی، یہاں پر بھی لوگوں کا جوش وجذبہ دیکھنے لائق تھا۔ مسجد کے نیچے بیسمنٹ ہال میں لوگ جمع ہوئے حضور قائد ملت نے وعظ و نصیحت کے چند کلمات ارشاد فرمائے۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے سلسلۂ قادریہ رضویہ میں آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی، یہاں پر حضور قائد ملت نے مدرسہ فیضان تاج الشریعہ کے نام سے حفظ و قرأت کے ایک مدرسہ کے قیام کا بھی اعلان فرمایا۔

پھر یہاں سے ہم لوگ رضا کالونی، مقبول عالم روڈ کے لیے روانہ ہوگئے، انجمن غلامان تاج الشریعہ نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کیا، یہاں پر بھی عوام اہل سنت کی بڑی تعداد اپنے محسن و مربی اور قائد کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ حضور قائد ملت نے لوگوں کو سلسلۂ قادریہ رضویہ میں داخل فرمانے کے بعد وعظ و نصیحت کے چند کلمات ارشاد فرمائے، صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی، پروگرام میں مولانا سید معراج الدین رضوی، مولانا شفیع عالم، حافظ سیف الملک اور بڑی تعداد میں علما و عوام نے شرکت کی۔

بعد نماز عشاء دو پروگرام تھے، پہلا واری گڑھی، رام نگر اور دوسرا ناتھو پور میں۔ ریوڑی تالاب سے پچاس سے زائد گاڑی اور سیکڑوں موٹر سائیکل کے ساتھ حضور قائد ملت کا قافلہ رام نگر کے لیے روانہ ہوا۔ رام نگر کی سرزمین پر حضور قائد ملت کی یہ پہلی آمد تھی۔ حضور قائد ملت کا رامنگر کی مذہبی تاریخ کا شاندار استقبال تھا۔ بزرگ، جوان، بچے سب کے سب اپنے قائد کے دیدار کے لیے گھروں سے نکل پڑے ہیں۔ اسٹیج کا منظر کافی پر کیف اور بارعب تھا۔ غلامان تاج الشریعہ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ”تحفظ ناموس رسالت کانفرنس“ کے عنوان سے جلسہ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس جلسہ میں مقرر خصوصی محافظ مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا بشیر احمد حشمتی صاحب تھے، آپ نے بد مذہبوں کے رد پر ایک مدلل خطاب فرمایا۔ حضور جانشین تاج الشریعہ نے سب سے پہلے ہزاروں عاشقان رضا کو داخل سلسلہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے حسب معمول بیعتِ وقت کیے گئے وعدے کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی اور اس پر قائم و دائم رہنے کی تلقین فرمائی، پھر صلوٰۃ وسلام کے بعد آپ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

یہاں سے ایک بڑے قافلے کے ساتھ حضور قائد ملت ناتھو پور پہنچے۔ شب گزرنے کے بعد بھی جلسہ گاہ میں عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔ بڑے جوش وجذبے کے ساتھ پھولوں اور نعروں سے آپ کا استقبال کیا گیا۔ حضور قائد ملت کے ہمراہ علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری رونق اسٹیج ہوئے۔ وقت چونکہ کافی ہوگیا تھا، حضور قائد ملت نے سب سے پہلے ہزاروں کی تعداد میں موجود لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا، اس کے بعد آپ نے اپنے ناصحانہ خطاب میں فرمایا کہ آپ حضرات نے بیعت کے وقت جو کلمات میرے ساتھ دہرائے وہ دراصل ساری تقریروں اور نصیحتوں کا اصل ہے۔ اگر آپ نے اس پر سختی کے ساتھ عمل کرلیا تو آپ دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں بھی سرخ رو ہوں گے، یاد رکھیے یہ وعدہ آپ نے مجھ سے نہیں حضور تاج الشریعہ سے کیا ہے اور ان کے وسیلے سے یہ وعدہ آپ نے حضور مفتی اعظم، حضور اعلیٰ حضرت، حضور صاحب البرکات، حضور غوث اعظم، حضور مولائے کائنات اور حضور فخر موجودات ﷺ سے کیا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ آپ حضرات نمازوں کی پابندی اور احکام شرع کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاریں، ان شاء اللہ دونوں جہان کی نعمتیں

آپ کے قدموں میں ہوں گی۔ بعدہٗ صلوٰۃ وسلام اور جانشین حضور تاج الشریعہ کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس سے قبل مفتی شہزاد عالم رضوی، استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف اور مولانا شفیع عالم، بنارس کا بیان ہوا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام منعقد پیغام تاج الشریعہ کانفرنس میں علمائے کرام کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔

۲۳؍مارچ ۲۰۲۱ء: نماز فجر کے بعد حضور قائد ملت نے قصیدہ بردہ شریف اور دیگر وظائف یومیہ سے فارغ ہو کر چائے نوش فرمائی۔ حسب معمول آج بھی صبح سے ہی سے نیاز حاصل کرنے والوں کا ہجوم تھا، بڑی تعداد میں قیام گاہ پر لوگ تشریف لاتے رہے اور سلسلہ میں داخل ہوتے رہے۔ تقریباً ۱۲؍حضور قائد ملت کے ہمراہ ہم لوگ شہر بنارس میں دختران اسلام کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کا منفرد ادارہ ''زینت کلیۃ البنات'' میں حاضر ہوئے، اس ادارہ کا قیام ۲۰۱۲ء میں ممتاز الفقہا، حضور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی زبان فیض ترجمان سے ہوا تھا۔ ادارہ ھٰذا میں فضیلت تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ تقریباً ۳۰۰؍ سے زائد طالبات علوم نبویہ سے آراستہ ہو رہی ہیں۔ حضور قائد ملت نے ۳۵۰۰؍ اسکوائر فٹ کے ''تاج الشریعہ ہال'' کا افتتاح بھی فرمایا اور وہاں موجود خواتین اسلام کی ایک بڑی تعداد کو سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں شامل کیا۔ حضور قائد ملت کے وعظ ونصیحت کے چند کلمات فرمانے کے بعد ہم لوگ یہاں سے رخصت ہوئے، اس موقع پر داماد حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ قاری دلشاد احمد رضوی، حاجی عبدالعظیم رضوی، حاجی عبد الرب رضوی، حافظ سیف الملک رضوی بھی موجود رہے۔

رات ۹؍بجے حضور قائد ملت کا درجنوں گاڑیوں پر مشتمل قافلہ رابرٹس گنج ضلع سون بھدر کے لیے روانہ ہوا، راستے میں کئی ضمنی پروگرام بھی رکھے گئے تھے، ملکی پور، گوپالا پور پہنچنے پر بڑی تعداد میں عوام اہل سنت حضرت مولانا امرالہدیٰ رضوی، پرنسپل جامعۃ الانصار کی قیادت میں استقبال کے لیے موجود تھے۔ حضور قائد ملت کی گل پوشی کی گئی، وہاں موجود سیکڑوں افراد کو آپ نے بیعت کیا۔ اب قافلہ شاہ پور، نرائن پور ضلع مرزاپور کے لیے روانہ ہوا۔ یہاں والہانہ جوش وجذبہ کے ساتھ حضور قائد ملت کا استقبال کیا گیا۔ جس جگہ بھی آپ کی تشریف آوری ہوتی۔ دیوانوں کا ایک جم غفیر آپ کے دیدار کا مشتاق نظر آتا، خلق خدا کا انبوہ کثیر جمع ہو جایا کرتا تھا۔ اسیر حضور تاج الشریعہ مولانا شہاب الدین رضوی کے گھر پر حضور قائد ملت نے کھانا تناول فرمایا۔ مدرسہ وحیدیہ غوثیہ عزیز العلوم کی بنیاد حضور قائد ملت کے دست مبارک سے رکھی گئی، ممبر پر مدرسہ وحیدیہ غوثیہ کے فارغ التحصیل حفاظ کے سروں پر جانشین حضور تاج الشریعہ ودیگر علماء ومشائخ کے مقدس ہاتھوں تاج زرّیں رکھا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں موجود عاشقان رضا کو حضور قائد ملت نے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت کیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ظلم وستم کی آندھی حق پرستی کے چراغ کو کبھی بجھا نہیں سکتی۔ ملعون وسیم رضوی کہتا ہے کہ قرآن سے ۲۶؍آیتوں کو نکال دیا جائے، جبکہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود رب ذوالجلال نے لیا ہے۔ قرآن میں کچھ کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی۔ آج اگر اس طرح سے جو باتیں آ رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہیں کہ ہم نے بزرگوں کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے

مذکورہ پروگرام میں جانشین باقر العلوم مولانا غلام مصطفیٰ خاں حبیبی، مولانا اخلاق احمد برکاتی، مولانا وسیم احمد رضوی، قاری توصیف رضا، مولانا محمد قاسم، مولانا شہاب الدین اور کثیر تعداد میں دیگر علماو حفاظ وعوام اہل سنت شریک ہوئے۔

یہاں سے حضور قائد ملت کا ایک بڑا قافلہ جامعہ نوریہ رضویہ، پتھر ورہ، عدل ہاٹ ضلع مرزاپور کے لیے روانہ ہوا، یہاں پر بھی عشاق کا ہجوم اپنے قائد کے دیدار کے لیے بیتاب تھا، آپ کا پُرزور والہانہ استقبال کیا گیا۔ جامعہ کے فارغ التحصیل حفاظ کے سروں پر حضور قائد ملت کے مبارک ہاتھوں سے دستار باندھی گئی۔ حضور قائد ملت نے ہزاروں کی تعداد میں عاشقان رضا کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت کیا، لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی۔ حضور قائد ملت کی دعا اور صلوٰۃ وسلام پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ مولانا عبدالرحیم صدر المدرسین مدرسہ ھٰذا، مولانا امرالہدیٰ رضوی، مولانا تبریز عالم، مولانا محمد اسلم وغیرہ بڑی تعداد میں علما شریک اجلاس رہے۔

یہاں سے قافلہ رابرٹس گنج کے لیے روانہ ہوا، تقریباً ۵۰؍کیلومیٹر کی مسافت ایک گھنٹہ میں طے کرنے کے بعد ۱۲؍بجے شب ہم لوگ رابرٹس گنج پہنچے، حاجی مشتاق رضوی کے مکان پر حضرت کے قیام کا انتظام تھا، تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد حضور قائد ملت اسٹیج پر رونق افروز ہوئے۔ ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع آپ کی ایک جھلک پانے کے لیے بیتاب تھا۔ رابرٹس گنج کا چپہ چپہ حضور قائد ملت کے دیدار کے لیے بے قرار تھا۔ سب کی نگاہیں اس نوری پیکر کی راہوں میں بچھی ہوئی

تھیں۔ حضور قائد ملت کی آمد کیا ہوئی، شہر کا کونہ کونہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ ہزار ہا ہزار کا جم غفیر، اہل ایمان کا ٹھاٹھیں مارتا انسانی سمندر، حق و صداقت کے امین اور تقویٰ و طہارت کے علمبردار، جانشین حضور تاج الشریعہ کے دیدار کی تمناؤں سے سرشار تھا۔ جلسہ میں خطیب اہل سنت حضرت مولانا شمشاد احمد مصباحی، مولانا انصار الحق، مولانا عبادت حسین، مولانا خورشید عالم، مولانا نظم علی، مولانا عبدالخالق، مولانا شبیر احمد وغیرہ بڑی تعداد میں علمائے کرام موجود تھے۔ مذکورہ پروگرام انجمن اسلامیہ، رابرٹس گنج، سون بھدر کے زیر اہتمام "فیضان تاج الشریعہ کانفرنس" کا منعقد ہوا۔ جانشین حضور تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری دامت برکاتہم العالیہ نے ہزاروں کی تعداد میں عاشقان رضا کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل فرمایا، عوام سے مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین و تاکید فرماتے ہوئے فرمایا وہابی ہو، دیوبندی ہو، چکڑالوی ہو، صلح کلی ہو یا اس دور میں اہل سنت کی محبت کا چولا پہن کر بہت تیزی سے روافض بڑھ رہے ہیں، ہمیں ان سب سے ہوشیار رہنا ہے، ان کے دام فریب سے خود کو بچانا ہے۔ جب اس پر آپ قائم رہیں گے، تو آپ کامیاب رہیں گے، حق کے ساتھ ڈٹے رہیں چاہے دنیا آپ کے خلاف ہو جائے مگر کامیاب آپ ہی رہیں گے، تاج الشریعہ نے ہمیں یہی پیغام دیا ہے، حدیث کا پیغام بھی یہی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: ایک گروہ میری امت میں ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، حق پر باقی رہے گا، اس کا مخالف اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ تاج الشریعہ نے یہ کر کے دکھایا اور بتا دیا، جو حق پر قائم ہوتے ہیں اور اُس پر ڈٹے رہتے ہیں تو دنیا مل کر بھی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔

صلوٰۃ و سلام اور حضور قائد ملت کی پر سوز دعاؤں پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ یہاں سے ہم لوگ موضع خیراہی ضلع سون بھدر کے لیے روانہ ہوئے۔ خانوادۂ رضویہ کا یہ خصوصی اعزاز ہے کہ اپنے غلاموں کو خوب نوازا کرتے ہیں۔ خیراہی میں غلام حسین جو کہ بریلی شریف میں حضرت کے دولت کدہ پر خدمت کے لیے معمور ہے، ان کا مکان تھا، حضور قائد ملت نے بریلی شریف میں ہی ان کے گھر آنے کا مژدۂ جانفزا سنایا کہ جب ہم رابرٹس گنج آئیں گے، تو آپ کے ہاں بھی چلیں گے۔ حضور قائد ملت جب یہاں پہنچے، تو رات ۳:۳۰ بج چکے تھے، مگر پورا گاؤں بیدار تھا اور اپنے محسن و مربی کے استقبال کے لیے راہوں میں آنکھیں بچھائے منتظر تھا۔ یہاں بھی جلسہ ہی کی طرح انتظام تھا، اسٹیج سجا ہوا تھا، مداح رسول سید کیفی علی نے نعت و منقبت کے نذرانے پیش کیے، حضور قائد ملت نے موجود عاشقان رضا کو بیعت کیا، وعظ و نصیحت کے کلمات فرمائے، صلوٰۃ و سلام اور حضرت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

۴ر مارچ ۲۰۲۱ء: آج حضور قائد ملت کے بنارس میں قیام کا چوتھا دن تھا۔ گزشتہ روز کی طرح آج بھی دن بھر اہل عقیدت حاضر ہوتے رہے۔ عصر کی نماز کے بعد حضور قائد ملت نے دلائل الخیرات اور دیگر وظائف سے فارغ ہو کر چائے نوش فرمائی۔ زائرین کی بڑی تعداد آپ کے دیدار اور سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے منتظر تھی۔ بعد نماز مغرب مدرسہ حنفیہ غوثیہ، بجرڈیہہ میں جشن دستار فضیلت کے اجلاس میں شریک ہونا تھا۔ حضرت کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی، پھر بھی کچھ تاخیر سے رات ۱۰/ بجے ایک بڑا قافلہ بجرڈیہہ کے لیے روانہ ہوا۔ جانشین تاج الشریعہ کے دیدار اور جھلک پانے کے لیے بجرڈیہہ کی پوری سڑک پر سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ فلک شگاف نعروں سے حضرت کا استقبال کیا گیا۔ حضور قائد ملت کے اسٹیج پر رونق افروز ہونے کے فوراً بعد ہی رسم دستار بندی شروع ہوئی۔ پورا اسٹیج علمائے کرام سے بھرا ہوا تھا۔ علما و مشائخ کے مقدس ہاتھوں سے طلب کی دستار بندی کی گئی۔ مدرسہ حنفیہ غوثیہ کی چار منزلہ عمارت کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اوپر کی دو منزلوں میں خواتین جمع تھیں۔ حضور قائد ملت نے سلسلہ قادریہ رضویہ میں لوگوں کو بیعت کیا۔ اور مزید ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں نے بیعت میں جو کلمات دہرائے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اس عہد پر، اس وعدے پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا حشر فرمائے۔ اس وعدے پر قائم رہیں گے، تو یہاں بھی فلاح ہے اور وہاں بھی فلاح ہے۔ اور آپ یاد رکھیں کہ سرکار اقدس ﷺ کی محبت ہی ایمان ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ سے محبت ایمان ہے۔ جس کو سرکار ﷺ سے جتنی زیادہ محبت ہوگی، اس کا ایمان اتنا پختہ ہوگا۔ اس کا ایمان اتنا کامل ہوگا۔ جس کے دل میں سرکار ﷺ کی محبت نہیں وہ ایمان والا نہیں۔ تاج الشریعہ نے فرمایا:

جو پیا کو بھائے اختؔر وہ سہانا راگ ہے
جس سے ناخوش ہو پیا وہ راگنی اچھی نہیں

مدرسہ حنفیہ غوثیہ سے واپسی پر محلہ دھرارا، بجرڈیہہ میں واقع تاج الشریعہ مسجد میں حضور قائد ملت تشریف لے گئے۔ پوری مسجد عاشقان رضا سے بھری ہوئی تھی۔ نہایت گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا گیا۔ رات کافی ہو چکی تھی۔ بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔

اللہ ورسول کی اطاعت کرنے، سیرت مقدسہ پر چلنے، عقائد صحیحہ پر قائم رہنے، نماز وروزہ اور دیگر فرائض وواجبات کی پابندی کرنے، سنن ومستحبات پر عمل کرنے کے وعدے پر ہزاروں افراد کو مرید کیا۔ جب سے حضور قائد ملت بنارس تشریف لائے، اہل محبت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنے اپنے گھروں میں آنے کی دعوت دیتے رہے۔ عقیدت مندوں کی یہ آرزو بھی آج پوری ہوتی ہوئی نظر آئی۔ مدن پورہ، ریوڑی تالاب، بھیلو پور کے تقریباً ۲۲؍مکانوں پر حضور قائد ملت کی تشریف آوری ہوئی اور لوگوں کو دعاؤں سے نوازا۔

۲۵؍مارچ ۲۰۲۱ء: آج حضور قائد ملت کے قیام کا پانچواں دن تھا۔ صبح سے ہی زائرین کا ہجوم تھا۔ بعد نماز عصر شہر بنارس کا قدیم علمی مرکز جامعہ حمیدیہ رضویہ کے عظیم الشان جشن دستار فضیلت کی تقریب میں جانشین حضور تاج الشریعہ شرکت کے لیے روانہ ہوئے۔ ممتاز الفقہا حضور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا اور ایک جامع خطاب فرمایا۔ شہزادۂ محدث کبیر حضرت علامہ ابو یوسف قادری نے ایک عمدہ تقریر فرمائی۔ مغرب کی نماز حضور قائد ملت نے جلسہ گاہ سے متصل مسجد بیت السلام میں ادا کرائی۔ بعد نماز مغرب جلسہ دوبارہ شروع ہوا۔ علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں طالبین علوم نبویہ کے سروں پر نیابت رسول کا تاج زریں رکھا گیا۔ حضور قائد ملت نے جلسہ میں موجود ایک بڑی تعداد کو سلسلہ رضویہ میں داخل فرمایا اور چند کلمات ارشاد فرمائے: جو لوگ صلحا، علما کی مجلس میں بیٹھتے ہیں، ان کے وعظ ونصیحت کو سنتے ہیں، تو اللہ رب العزت ان صالحین کی صدقے ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے سیئات کو حسنات میں تبدیل کردے گا۔ اسی کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

آپ نے مزید ارشاد فرمایا: علماے اہل سنت سے اپنا رابطہ مضبوط رکھیں، آج آپ نے حضور محدث کبیر کی زبان فیض ترجمان سے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس سنا۔ اس آخری حدیث میں امام بخاری نے معتزلہ کا در فرمایا، جو لوگ بھی رد سے چڑھتے ہیں، ان کے لیے بھی اس میں تعلیم ہے کہ ہمارے بزرگوں نے، ہمارے اسلاف نے رد کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور جگہ جگہ ان کا رد کیا۔ جس طرح معتزلہ نے بھی اپنی قدرت پر اللہ کی قدرت کو قیاس کیا، اسی طرح دیو بندیوں نے اپنی قدرت پر اللہ کی قدرت کو قیاس کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا جھوٹ انہوں نے ممکن جانا۔ آخر میں صلوٰۃ وسلام اور حضور محدث کبیر کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر مولانا صلاح الدین مصباحی، مولانا نعیم الدین مصباحی، مولانا صادق اختر، مولانا عارف رضا ازہری، مفتی احسن کمال، مولانا سید معراج الدین مصباحی، مولانا فیاض احمد وغیرہ بڑی تعداد میں علما اور عوام نے شرکت کی۔

پروگرام کے بعد احقر کی دعوت پر حضور قائد ملت گھر تشریف لائے۔ داماد قائد ملت حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری بھی ہمراہ تھے۔ کچھ دیر آرام کے بعد حضرت نے کھانا تناول فرمایا۔ والد ماجد حاجی عبد الرب سے جامعۃ الرضا سے متعلق کافی دیر گفتگو فرماتے رہے۔ یہاں بھی ملنے والوں کی بھیڑ جمع ہوگئی۔ رات تقریباً ۱۱/ بجے درجنوں گاڑیاں اور سیکڑوں موٹر سائکل پر مشتمل ایک بڑا قافلہ دھمریا، لوہتہ کے لیے روانہ ہوا، جہاں جامعہ تاج الشریعہ کی نئی عمارت کا افتتاح حضرت کے ذریعہ سے ہونا تھا۔ دھمریا پہونچے پر شاندار استقبال کیا گیا۔ ۲۰۱۰ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی دعاؤں سے سرزمین دھمریا، لوہتہ پر جامعہ تاج الشریعہ کا قیام عمل میں آیا۔ الحمد للہ اس ادارہ نے دھمریا اور قرب وجوار میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں مثالی کارنامہ انجام دیا ہے۔ آج جامعہ تاج الشریعہ کی جدید عمارت کا افتتاح حضور قائد ملت کے دعائیہ کلمات سے ہوا۔ آپ نے اپنے مختصر خطاب میں لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین کی اور جامعہ تاج الشریعہ کی ترقی کے لیے دعا فرمائی۔ جامعہ کے ہال میں موجود عقیدت مندوں کو سلسلہ رضویہ میں داخل فرمایا۔ صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں جامعہ کی پرنسپل مولانا محمد داؤد رضوی، مولانا مشتاق احمد، مولانا انوار الحق، مولانا امر الہدیٰ، مولانا شہاب الدین، مطیع الرحمٰن، حافظ محمد اسلم وغیرہ بڑی تعداد میں علما وعوام موجود تھے۔

یہاں سے حضور قائد ملت کا نورانی قافلہ محمود پور، لوہتہ کے لیے روانہ ہوا۔ انجمن فیضان تاج الشریعہ کی جانب سے اعلیٰ حضرت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس علاقے میں ۱۹۸۵ء میں حضور تاج الشریعہ کی تشریف آوری ہوئی تھی اس کے بعد کافی عرصہ گزر گیا، آج شہزادہ تاج الشریعہ کی آمد پر لوہتہ والوں کا جوش دیدنی تھا۔ شاندار استقبال کیا گیا، مجمع کافی تھا، اسٹیج تک پہنچنے میں رضا کاروں کو کافی مشقت کرنی پڑی۔ محمود پور کے وسیع وعرض میدان میں حد نگاہ تک سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ داماد حضور قائد ملت نے خوف خدا کے عنوان پر ایک جامع خطاب فرماتے ہوئے کہا (بقیہ صفحہ 50 پر)

AL-RAZA International (Bimonthly)

Ahmad Publications Pvt. Ltd., Hira Complex, Qutubuddin Lane,
Near Dariyapur Masjid, Sabzibagh, Patna, Bihar (India) 800004

دارُالعُلوم غریب نواز

مقام رُوپن، فتح پور، پہاڑ پور، ضلع گیا (بہار)

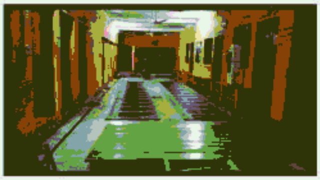

اکاؤنٹ ڈیٹیل:

A/c. No. 7688000100084978
IFSC: PUNB0768800
Name: Darul Oloom Gharib Nawaz
Branch: Dumrichatti

Darul Oloom Gharib Nawaz

At. Rupan, Fatehpur, Paharpur, Dist. Gaya (Bihar)

اس کثیر آبادی والے علاقہ مین اہل سنت و جماعت کا کوئی تعلیمی ادارہ نہیں تھا۔غربت اور تعلیمی پسماندگی کا شکار یہ علاقہ مستحق تھا کہ وہاں کوئی درسگاہ قائم ہو چنانچہ اسی ضرورت کے تحت ستمبر 2007 میں ایک درسگاہ بنام ''دارالعلوم غریب نواز'' کا قیام عمل میں آیا۔اس دارالعلوم نے اپنے قیام سے اب تک قلیل آمدنی اور محدود ذرائع کے باوجود جتنی اور جیسی مذہبی ملی مسلکی اور تعلیمی خدمات انجام دی ہیں وہ قابل فخر ہیں۔ہمیں فخر ہے کہ ہم نے اپنے معاونین ومدرسین کے ذریعہ ملت کے نوجوانوں کو تعلیم سے آراستہ کیا،مگر یہ ہماری منزل نہیں اس کی طرف ہمارا پہلا قدم ہے۔

ہمارے عزائم میں ہے:

- حالات کے تقاضے کے تحت معیار تعلیم بلند کرنا۔
- علاقائی سطح پر مسلمانوں کے اندر اصلاحی تحریکیں چلانا۔
- مدارس کے فارغین کو IAS-IPSاور LLB کی طرف راغب کرانا اور ان کے لیے سہولیات مہیا کرانا۔
- دینی بنیادوں پر انگلش میڈیم اسکول قائم کرنا۔
- مدرسۃ البنات قائم کرنا۔
- سماج کو تمام خرافات مثلا منشیات۔سماجی ومذہبی بے راہ روی اور مطالبہ جہیز سے نجات دلانے کی تحریک چلانا۔

آیئے:اس عمل میں ہمارا ساتھ دیجیے!!ملت کے نوجوانوں کا مستقبل بنایئے اور دین متین کی خدمت کر کے اپنی آخرت بنایئے!!

العارض: محمد مظفر حسین رضوی مصباحی (بانی و مہتمم دارالعلوم غریب نواز۔روپن فتح پور گیا) رابطہ: 9955560365 7903212799

Printed at: Ahmad Publications Pvt. Ltd. Patna #8521889323